سلسلۂ اشاعت نمبر

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

مسائلِ اہلِ سنّت

بجواب

مسائلِ نجدیّت

اس رسالے کے آخر میں
ضیغمِ اسلام مولانا الحاج مُفتی عزیز احمد صاحب قادری بدایونی کے
مختصر حالات شامل کر دیئے گئے ہیں

از قلم :- محمد عبد الحکیم شرف قادری بریلوی

جمعیّت علمائے سرحد پاکستان

ناشر :- دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ہزارہ

بار اوّل :- تعداد ۵۰۰ لاہور آرٹ پریس لاہور قیمت ۹۰ پیسے

نگاہِ اوّلیں

اس وقت اشد ضرورت ہے کہ مسلمان آپس میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں اور طرح طرح کے بلاخیز فتنوں کے مقابلے کے لئے سینہ سپر ہو کر ملک و ملت کی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں۔ اگر ہم اپنے اختلافات کو ہی ہوا دیتے رہے تو کچھ بعید نہیں کہ باطل کے پرستار سوشلزم اور کمیونزم ایسے باطل اور خلافِ اسلام نظریات ہمارے سر ٹھونسنے کی سعیِ مذموم کریں گے۔

مگر افسوس ہے کہ بعض لوگوں کو حالات کی نزاکت کا احساس نہیں وہ شعوری یا لاشعوری طور پر ایسے کام کر گزرتے ہیں جو مسلمانوں میں انتشار و افتراق اور بے چینی کا باعث بنتے ہیں۔ اس کی تازہ مثال وہ اشتہار ہے جو پشاور سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں ملک کی اکثریت اہل سنت وجماعت کے معمولات اور نظریات پر کفر شرک اور بدعت وغیرہ کا حکم لگایا گیا ہے۔ یہ اشتہار با احساس طبقے کے لئے یقیناً دل آزاری کا باعث ہوگا۔

جناب صاحبزادہ محمد طیب صاحب سرکوٹی دام مجدہ نے اس اشتہار کا مضمون دکھاتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مناسب جواب ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ اہل سنت وجماعت کے لئے باعث اطمینان ہو۔ چنانچہ اشتہار میں درج شدہ مسائل کے متعلق اہل سنت وجماعت کے نظریات کو کتاب و سنت اور اقوال علماء کی روشنی میں بیان کیا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس جواب کو رسالے کی صورت میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ رسالہ "مسائل اہل سنت بجواب مسائل نجدیت" کے نام سے جمعیت علمائے سرحد پاکستان کی طرف سے شائع کیا گیا جو کہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کو اس کے مطالعے سے پتہ چلے گا کہ کس طرح سیدھے سادے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس کا جواب کس قدر ضروری تھا۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری بریلوی
ناظم جمعیت علمائے سرحد پاکستان۔ دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ
ہری پور ہزارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حامداً ومصلیاً۔ انجمن اشاعت نجدیت پشاور کے شائع کردہ مسائل پیش نظر ہیں ان کے متعلق بالاختصار اہل سنت وجماعت کا مسلک پیش کیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق

پہلا مسئلہ: علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لئے ماضی و مستقبل میں ثابت کرنا شرک ہے (اشتہار نجدیہ)

نعوذ باللہ من ذالک کس قدر بے خبری اور ضلالت کا اظہار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہٖ من یشاء الآیۃ (آلِ عمران) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ تمہیں غیب پر مطلع کرے لیکن اپنے رسولوں میں سے جنہیں چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے۔ اس آیۂ مبارکہ کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

ولکن اللہ یجتبی یختار من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی حال المنافقین (جلالین شریف)

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرما لیتا ہے اور انہیں اپنے غیب پر اطلاع دے دیتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی اطلاع دی۔

علامہ احمد صاوی مالکی فرماتے ہیں:۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب کانہ قال الا الرسل فانہ یطلعھم علی الغیب۔ (صاوی ص۱۸۱ بر حاشیہ جلالین جلد اول)

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب کے حکم سے رسولانِ کرام علیہم السلام جدا ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں غیب کی اطلاع دیتا ہے۔

سورۂ جن میں فرمایا:۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضٰی من رسول (الآیۃ)

رب کریم عالم غیب ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر جس رسول کو وہ منتخب فرما لیتا ہے۔

اس آیۂ مبارکہ کے تحت علامہ صاوی فرماتے ہیں۔

فلا یظہر علی غیبہ احدا اے اظہارا تاما کاملا یستحیل تخلفہ فلیس فی الآیۃ ما یدل علی نفی کرامات الاولیاء المتعلقۃ بالکشف ولکن اطلاع الانبیاء علی الغیب اقوی من اطلاع الاولیاء

(تفسیر صاوی جلد رابع صـ ۲۴۴)

فلا یظہر علی غیبہ احدا الآیۃ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولان کرام کے علاوہ کسی کو علم تام کامل جس کے خلاف نہ ہو سکے عطا نہیں فرماتا۔ لہٰذا اس آیت میں اولیاء کی ان کرامتوں کی نفی نہیں ہے جن کا تعلق کشف سے ہوتا ہے لیکن انبیاء کرام کو اولیاء کی نسبت غیب پر قوی اطلاع ہوتی ہے۔

لیجئے علامہ صاوی تو صاف لفظوں میں فرما رہے ہیں کہ علم غیب تو اولیاء عظام کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرما دیا جاتا ہے انبیاء کرام کی تو بات ہی اور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار علوم عطا فرمائے تھے حتیٰ کہ ابتداء کائنات سے لے کر دخول جنت و نار تک کے تمام امور کا علم عطا فرما دیا تھا۔

مسلم شریف جلد ثانی صـ ۳۹۰ میں ہے کہ حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظہر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا کر منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ درمیان میں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کیں۔ آپ نے ہمیں ما کان اور ما یکون کی خبریں دیں۔ ہم میں سے زیادہ عالم وہ تھا جس کا حافظہ قوی تھا۔ (ملخصا)

مسئلہ ۲۔ اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو مالک نفع و ضرر مافوق الاسباب ماننا شرک ہے۔ (نجدی اشتہار)

نفع و ضرر کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ زہر میں ضرر یا تریاق میں نفع اسی کی عطا ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام اور اولیاء عظام اللہ تعالیٰ کی عطا سے فائدہ بھی پہنچاتے ہیں اور منکرین کو نقصان بھی پہنچا دیا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے وقال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک (نمل) اس شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا میں آپ کے پاس آنکھ کے جھپکنے سے پہلے تخت حاضر کر دوں گا۔

دیکھئے یہ آصف بن برخیا تورات کے عالم اور امم سابقہ کے ایک ولی تھے جنہوں نے عظیم الشان تخت دو ماہ کی مسافت (ملک سبا) سے آنِ واحد میں حاضر کر دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ وابری الاکمہ والابرص واُحیی الموتیٰ باذن اللہ۔ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادر زاد اندھے، برص کے بیمار کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔

فرمائیے اب آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید اور اللہ تعالیٰ پر بھی شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ آخر یہ بھی تو مافوق الاسباب امداد ہے یا مسلمانوں کو مشرک بنانے کے دھندے سے توبہ کر کے خود بھی سچے مسلمانوں کے زمرے میں داخل ہوں گے۔

مسلم شریف جلد دوم صـ ۴۱۹ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے تو پیچھے سے سراقہ ابن مالک پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضور دشمن پہنچ آیا ہے۔ آپ نے فرمایا پریشان نہ ہو ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے فدعا علیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارتطمت فرسہ الی بطنھا اری توسراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا میں جانتا ہوں یہ تمہاری دعا کا نتیجہ ہے۔ اب میرے لئے دعا کیجئے جو بھی تمہاری تلاش میں آئے گا

میں اسے واپس بھیج دوں گا۔ فدعا اللہ فنجا حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تو سراقہ کو نجات مل گئی چنانچہ وہ واپس چلا گیا اور جو شخص بھی حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تلاش میں اس طرف آرہا تھا اس نے اسے واپس کر دیا۔

ایک کافر کا بھی عقیدہ ہے کہ میں حضور کی دُعا سے اگر مبتلائے مصیبت ہو سکتا ہوں تو آپ کی دُعا سے نجات بھی پا سکتا ہوں مگر افسوس نجدی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ کھلے لفظوں میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں (تقویۃ الایمان)

اس عقیدے کے متعلق علامہ صاوی کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

فمن زعم ان النبی کاحاد الناس لا یملک شیئا اصلاً ولا نفع بہ لا ظاھراً ولا باطنا فھو کافر خاسر الدنیا والآخرۃ ۔ (تفسیر صاوی جلد اوّل ص۱۶۷)	جو شخص یہ گمان کرے کہ نبی بالکل کسی چیز کا مالک نہیں اور نہ ہی ان سے ظاہراً اور باطناً نفع پہنچتا ہے تو وہ کافر ہے اور دُنیا و آخرت میں رسوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہ اکبرآباد میں تشریف لے جا رہے تھے کہ انہیں شعر کا ایک مصرعہ بھول گیا جس میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص خوش وضع تشریف لائے اور مصرعہ بتا کر چل دئے۔ ان سے پوچھا آپ کون ہیں۔ فرمایا "سعدی ہیں فقیر است" سعدی یہی فقیر ہے۔ (انفاس العارفین ص۴۴)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

اورنگ زیب بادشاہ نے ایک موقعہ پر ہدایت اللہ بیگ کو اس کے منصب سے برطرف کر دیا جس سے ہدایت اللہ بیگ کو سخت پریشانی ہوئی۔ اس نے حاضر ہو کر بڑے اصرار سے گزارش کی "تا آنکہ خاطر من بکلی متوجہ حالِ او گشت" میرا دل پوری طرح اس کے حال کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے مجھے یہ ظاہر کیا گیا

بخدمی متعلق شد کہ اگر ایں کار حسب دلخواہ صورت نگیرد لباس صوفیاں از خود برکشم" یہاں تک میرا ارادہ ہو گیا کہ اگر یہ کام میرے ارادے کے مطابق نہ ہوا تو صوفیوں کے لباس کو اتار ڈالوں گا۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے میری دُعا قبول کر لی اور فرمایا کہ ہم نے محض اپنے فضل و کرم سے تیری دعا قبول کر لی ہے۔ میں نے کہا کہ اس مرتبہ پر تو وہ پہلے بھی تھا اس میں اضافہ ہونا چاہیئے چنانچہ یہ بھی منظور کر لیا گیا۔ میں نے ہدایت اللہ بیگ کو خوشخبری سنائی۔ بادشاہ نے بغیر کسی خارجی سبب کے اسے بلایا اور نہ صرف اس منصب پر بحال کر دیا بلکہ اس میں اضافہ بھی کر دیا۔

اب ہم بھی دیکھتے ہیں کہ نجدی حضرات مولوی اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور پردادا پر شرک و کفر کا فتویٰ داغتے ہیں یا نہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی انسان نفع و ضرر کا مالک ہو سکتا ہے جو تقدیر مبرم کو بھی تبدیل کرا دے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اسے بلا تردید نقل کر دیا ہے کیا تم انہیں بھی مشرک اور جہنمی قرار دو گے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من العقائد الخبیثۃ۔

مسئلہ ۳:- اللہ تعالیٰ کے سوا چیزوں کی عبادت کرنا شرک ہے جس چیز کو شریعت نے عبادت قرار دیا ہے۔ (نجدی اشتہار)

جی ہاں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کی عبادت کسے باشد شرک ہے اہل سنت و جماعت میں تو کوئی غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا۔ شاید آپ کی نظر میں کچھ نجدی اس فعل کے مرتکب ہوتے ہوں۔

مسئلہ ۴:- اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو غائبانہ پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

بے شک شرک تو نجدیوں کی گھٹی میں شامل ہوتا ہے ان کا تو مشن ہی یہی ہے کہ اچھے بھلے مسلمانوں کو مشرک بناتے رہیں۔ دیکھئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو دُعا سکھائی۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ

يَا محمد انی اَتوجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فی حاجتی ھٰذہٖ لتقضٰی لِی اَللّٰھم فشفعہ فِیَّ۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت کے بارے میں تاکہ یہ حاجت پوری کی جائے۔ اے اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔ (اس روایت کو امام ترمذی و نسائی و دیگر اجلہ محدثین نے روایت کیا)

ہو سکتا ہے کوئی نجدی یہ کہہ دے کہ یہ ندا تو اس وقت تھی جب حضور زندہ تھے ہم اس نداء کو ناجائز کہتے ہیں جو آپ کی وفات کے بعد غائبانہ ہو۔ تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ اولاً تو اس صحابی نے آپ کے پاس بیٹھ کر یہ دعا نہیں کی بلکہ کسی دوسری جگہ جا کر دعا کی تھی۔ جیسے کہ حدیث پاک کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر بھی نداء غائبانہ ہی ہوئی جسے تمہارے من گھڑت دین میں شرک کہا گیا ہے۔ ثانیاً حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہی دعا سکھائی اور اس کا مطلب پورا ہو گیا۔ اس وقت تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار فانی سے پردہ فرما چکے تھے۔

امام اجل امام نووی شارح مسلم نے کتاب الاذکار میں بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں مبارک سو گیا کسی نے کہا آپ اپنی محبوب ترین شخصیت کو یاد کریں۔ آپ نے فرمایا "یا محمداہ" آپ کا پاؤں فوراً درست ہو گیا۔

حصن حصین میں ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے تو بلند آواز سے کہے اَعِینُونِی "یا عباد اللہ"۔ اے اللہ کے بندو میری امداد کرو۔ دیکھئے یہاں غائبانہ ندا بھی ہے اور مدد بھی طلب کی جا رہی ہے۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کے کشف کا طریقہ یوں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کا تصور کر کے داہنی طرف "یا احمد" اور بائیں طرف "یا محمد" اور دل میں یا رسول اللہ ایک ہزار بار پڑھے۔ انشاء اللہ بیداری یا خواب میں زیارت ہو گی۔ (ضیاء القلوب صـ۳۶)

اب بتائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان بن حنیف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہم پر نجدی حضرات شرک کا فتویٰ لگائیں گے یا نہیں۔ اگر شرک کا فتویٰ لگانے سے باز آجائیں تو الحمد للہ اور اگر شرک کا فتویٰ لگانے سے باز نہ آئیں تو انہیں دین اسلام سے علیحدگی کا اعلان کر دینا چاہیئے۔

نیز یہ تو بتائیں کہ وہابیہ کے فوجی جرنیل صدیق حسن خان بھوپالی کے متعلق کیا حکم لگائیں گے جو کہتے ہیں

شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے متعلق کیا کہیں گے جو دیوبندیت کے قطب عالم مولوی رشید احمد گنگوہی کو لکھتے ہیں۔

یَا سیّدی لِلّٰہِ شَیئًا اِنّہ ۔ اَنتُم لِیَ المُجدِی وانّی جادی

تذکرۃ الرشید صـ۲ ۱۱۔ اس کا ترجمہ صـ۱۵ ۱۱ پر یوں مرقوم ہے۔

میرے سردار خدا کے واسطے کچھ تو دیجئے۔ آپ معطی ہیں مرے میں ہوں سوالی للہ

پھر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا کیا حکم ہو گا جو الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔

اوّل دو رکعت نفل بعد ازاں یکصد و یازدہ بار درود بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یکصد و یازدہ بار شیئًا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی۔

یہ قضائے حاجت کے لئے ایک ختم کی ترکیب ہے کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے۔ پھر ایک سو گیارہ دفعہ درود پاک۔ پھر ایک سو گیارہ دفعہ کلمہ تمجید اور بعد ازاں ایک سو گیارہ دفعہ شیئًا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی (اے شیخ عبد القادر جیلانی خدا کے لئے کوئی چیز دیجئے)

اگر آپ کی شرک کی مشین گن کا رخ اس طرف نہیں ہوتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ نے سیدھے سادے مسلمانوں کو مشرک بنانے کا ٹھیکہ

لیے رکھا ہے۔

مسئلہ ۵:۔ اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کے نام نذر و نیاز دینا شرک ہے۔

الجواب :۔ نذر کی دو قسمیں ہیں۔ نذر شرعی اور نذر عرفی۔ نذر شرعی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے مثلاً ایک شخص ایسی عبادت مقصودہ اپنے ذمّے لازم کرلیتا ہے جس کی جنس کا کوئی فرد فرض ہو ظاہر ہے کہ عبادت مقصودہ فرض یا واجب کی ادائیگی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہوگی لہٰذا اگر کوئی شخص غیر اللہ کے لئے نذر شرعی مانتا ہے تو اس کی یہ نذر حرام اور باطل ہے۔ نذر عرفی یہ ہے کہ ایک شخص اپنے اُوپر ایک عبادت کو خدا کے لئے لازم کرلیتا ہے۔ مثلاً یہ کہتا ہے کہ میں ایک بکرا اللہ تعالیٰ کے لئے دوں گا اور اس کا ثواب فلاں ولی کی روح کو پہنچاؤں گا۔ اور اس کا گوشت اس ولی کے مزار کے خدّام اور فقراء کو کھلاؤں گا تو بے شک یہ نذر صحیح اور لازم ہے اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ رہا یہ کہ کہہ دیا جاتا ہے کہ نذر فلاں ولی کی ہے تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس عبادت کا ثواب فلاں ولی کو پہنچاؤں گا۔

علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

فان نذر ذبيحة لولى ميت كالسيد البدوى مثلا فان قصد انتفاعه بها كالحى فهو نذر باطل واما ان قصد انها تذبح فى محله من غير قصد فقراء ذالك المحل فلا يسوقها لذالك المحل بل يذبحها باى محل شاء قال مالك سوق الهدايا لغير مكة ضلال واما ان قصد بسوقها فقراء ذالك المحل لزمه سوقها۔

اگر کسی نے میت ولی مثلاً سید بدوی کے جانور کی نذر مانی (تو اس کی تین صورتیں ہیں) (۱) اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہ ولی اسے کھائے گا تو یہ نذر باطل ہے (۲) اور اگر اس کا ارادہ ہے کہ جانور کو اس ولی کی جگہ پر ذبح کیا جائے گا وہاں کے فقراء کا ارادہ نہیں تو اس جانور کو وہاں لے جانا ضروری نہیں جہاں چاہے ذبح کرے۔ امام مالک نے فرمایا مکہ کے علاوہ جانوروں کو کسی جگہ

لے جانا گمراہی ہے۔ (۳) اور اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ وہاں کے فقراء پر تقسیم کرے گا تو اسے وہاں لے جانا لازم ہے۔

(تفسیر صاوی ص ۲۵۰ ج ۱)

حضرت علامہ سیدی عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرك بضرائح الاولياء والصالحين والنذر لهم بتعليق ذالك على حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم كما قال الفقهاء فيمن دفع الزكاة لفقير وسماها قرضا صح لان العبرة بالمعنى لا باللفظ وكذالك الصدقة على الغنى هبة والهبة للفقير صدقة وقد صرح الشيخ ابن حجر الهيتمى المكى من ائمة الشافعية فى فتاواه ان هذا النذر للولى الميت اذا قصد به الناذر قربة اخرى كاولاد الولى الميت او خلفائه او اطعام الفقراء الذين عند قبره صح النذر ووجب صرفه فيما قصده الناذر الى آخر ما بسطه من الكلام وغالب الناس يقصدون ذالك فيحمل الكلام عليه

اسی طرح زیارت قبور اور اولیاء و صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنا اور شفاء کے حاصل ہونے یا غائب کے آجانے پر معلق کرکے ان کے لئے نذر ماننا کیونکہ یہ مجاز ہے ان کی قبروں کے خادموں پر صدقہ کرنے سے جیسے کہ فقہا فرماتے ہیں کہ ایک شخص فقیر کو زکوٰۃ دے اور اسے قرض کہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ اصل معنی کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا۔ اسی طرح مالدار پر صدقہ کرنا ہبہ ہے اور فقیر کے لئے ہبہ صدقہ ہے۔ علامہ امام ابن حجر مکی شافعی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ ولی میت کے لئے نذر سے جب کوئی اور عبادت مراد ہو مثلاً ولی کی اولاد یا خلفاء پر صرف کرنا یا فقراء کو کھلانا جو ان کی قبر کے پاس ہوں تو نذر صحیح ہے اور نذر کرنے والے نے جس بات کا ارادہ کیا ہے اسے وہاں صرف کرنا ضروری ہے اس پر انہوں نے بسط سے کلام کیا ہے اور اکثر لوگ یہی ارادہ رکھتے ہیں لہٰذا

ولا ينبغي ان ينهى الواعظ عما قال به امام من ائمة المسلمين بل ينبغي ان يقع النهي عما اجمع الائمة كلهم على تحريمه والنهي عنه وهو معلوم بالضرورة من الدين كحرمة الزنا والربا والرياء وشرب الخمر والظن السوء باهل الاسلام۔

ان کی کلام کو اسی پر محمول کرنا چاہیئے۔ واعظ کے لئے مناسب نہیں کہ ان چیزوں سے روکے جن کا کسی امام نے قول کیا ہو بلکہ ممانعت یہ چاہیئے کہ ایسی چیز سے منع کیا جائے جس کی حرمت و ممانعت پر تمام ائمہ کا اتفاق ہو اور اس کی ممانعت ضروریاتِ دین میں سے ہو مثلاً زناء، ربا، ریا، شراب نوشی اور مسلمانوں پر بدگمانی کی حرمت۔

(حدیقہ ندیہ جلد ثانی ص۱۵۱)

یعنی اولیاء اللہ کے لئے نذر ماننے کا صحیح محمل موجود ہے لہٰذا اس سے ممانعت نہیں ہونی چاہیئے بلکہ ممانعت اس بدگمانی سے ہونی چاہیئے جو بلا وجہ مسلمانوں پر کی جاتی ہے۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی کے چچا استاذ اور شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

و نذرِ اولیاء کہ برائے قضائے حوائج معمول و مرسوم است اکثر فقہا بحقیقت آں پے نبردہ اند و آنرا بر نذر خدا قیاس کردہ حکم مردود بر آوردہ اند کہ اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی است باطل و اگر برائے خدا است و ذکرِ ولی برائے بیان مصرف است صحیح است لیکن حقیقتِ ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب طعام و انفاق و بذلِ مال بروحِ میت کہ امر یست مسنون و از روئے احادیث صحیح ثابت است مثل ما ورد فی الصحیحین من حال ام سعد وغیرہا درین نذر مستلزم می شود پس حاصل ایں نذر آں است کہ آں نسبت مثلاً اہداء ثواب ہذا القدر الی روح فلاں و ذکر ولی برائے تعین عمل منذور است نہ برائے مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلانِ آں ولی باشند از اقارب و خدمہ و ہم طریقاں و امثال ذالک و ہمیں است مقصود نذر کنندگان بلاشبہ و حکمہ انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع آرے اگر آں ولی را حلالِ مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد میکنند ایں عقیدۂ او منجر بشرک و فساد میگردد لیکن ایں عقیدۂ چیز دیگر است و نذر چیز دیگر۔

(فتاویٰ عزیزی جلد اوّل (صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۲)

ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جو نذریں اولیاء کے نام پر مانی جاتی ہیں اکثر فقہا اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکے اور اسے اللہ تعالےٰ کی نذر پر قیاس کر کے اس کا حکم تردید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کھانا کھلانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے جو ایک مسنون امر ہے اور از روئے احادیث صحیح ثابت ہے جیسے کہ صحیحین میں ام سعد وغیرہ کا حال وارد ہے اس نذر میں یہی ایصالِ ثواب لازم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ ایصالِ ثواب کی نسبت اور ولی کا ذکر عمل منذور کی تعین کے لئے ہے نہ کہ مصرف کے لئے۔ اس نذر کا مصرف اس ولی کے متوسلین رشتے دار خدّام اور اس طریقے والے وغیرہم ہوتے ہیں۔ بلاشبہ نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ صحیح ہے اسے اس لئے پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ شریعت میں معتبر عبادت ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو مستقل مشکلات کا حل کرنے والا یا زور سے شفاعت منوانے والا گمان کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد تک پہنچا دے گا لیکن یہ عقیدہ اور چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔

ان عبارات سے ہمارا مُدعا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ اب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے بھی اس نذر کے متعلق سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:۔

حضرت ایشاں یفرمودند فرہادبیگ را مشکلے پیش آمد نذر کرد خدایا اگر ایں مشکل بسر آمد ایں قدر مبلغ حضرت ایشاں ہدیہ برم آں مشکل مندفع شد و آں نذر از خاطر او رفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلاک رسید بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادماں گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری بسبب عدم وفائے نذر است۔ اگر اسپ خود را می خواہی نذرے را کہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے تھے کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل پیش آگئی اس نے نذر مانی کہ اے خداوند اگر یہ مشکل دُور ہو جائے تو اتنے روپے حضرت کی خدمت میں ہدیہ پیش کروں گا۔ وہ مشکل دُور ہو گئی اور نذر اس کے دل سے اُتر گئی۔ کچھ دن بعد اُس کا گھوڑا بیمار ہو گیا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گیا۔ اُس کے سبب پر اطلاع پاکر مَیں نے ایک خادم کو کہلا بھیجا کہ یہ بیماری نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ اگر اپنے گھوڑے کی خیریت چاہتے ہو تو وہ نذر پوری کرو جو تُم نے فلاں جگہ مانی تھی۔ وہ نادم ہوا اور اُس نے نذر بھیج دی اور اُس کا گھوڑا اسی وقت شفایاب ہو گیا۔

(انفاس العارفین صہ ۵۲)

اب حضرات نجدیہ بتائیں کہ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی اور شاہ عبدالرحیم محدّث دہلوی وغیرہم حضرات پر بھی شرک کا فتویٰ لگائیں گے۔ اگر نہیں لگاتے اور یقیناً نہیں لگائیں گے تو عوام مسلمانوں کو آپ لوگ کیوں معاف نہیں کرتے۔ اُنہوں نے کون سا انوکھا جُرم کیا ہے؟

مسئلہ ۶:۔ اولیاء کرام کے دُنیا سے رخصت ہونے کے بعد اور روزِ قیامت سے پہلے ان کو سفارشی بنانا کہ وہ میرے لئے برزخ میں وکیل اور سفارشی ہیں شریعت میں ثابت نہیں۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب:۔ شُکر ہے کہ آپ حضرات نے یہاں بھی حسبِ عادت شرک و کفر کا حکم عائد نہیں کیا۔ اس سے پہلے آپ نے کس کارِ خیر کو شریعت میں ثابت مانا ہے کہ اسے ثابت مانیں۔ یہ بھی خیر گزری کہ آپ نے برزخ میں اولیاء کے لئے شفاعت کے شریعت میں ثابت ہونے کا انکار کیا ہے ورنہ آپ کے پیشرو تو قیامت میں بھی انبیاء و اولیاء کو برائے نام شفیع مانتے ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ بعض لوگ مسلکِ اہلِ سنت وجماعت کے برخلاف اس بات کے قائل ہیں کہ مرنے کے بعد روح کا تعلق جسم کے ساتھ بالکل نہیں رہتا لہٰذا اموات کو نہ شعور ہوتا ہے نہ ادراک۔ وہ نہ تو کسی کی بات سنتے ہیں اور نہ ہی کسی کے لئے شفاعت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قول ہی سرے سے درست نہیں کیونکہ احادیث کثیرہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ وہ سنتے بھی ہیں ادراک بھی رکھتے لہٰذا جس طرح وہ دنیا میں ضرورتمندوں کے لئے دُعا کرتے ہیں تو ان کی دُعا قبول ہوتی ہے اسی طرح وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کی دُعا کو قبول فرماتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

واما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم یا غیر انبیاء علیہم السلام منکر شدہ اند آنرا بسیارے از فقہاء میگویند کہ نیست زیارت مگر برائے رسانیدن نفع باموات بدعا واستغفار و قائل گشتہ اند بآں بعضی از ایشاں و ظاہر است کہ از فقہاء آنانکہ قائل بسمع و ادراک میت اند قائل بجواز اند و آنکہ منکر اند

نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ماسوا اہلِ قبور سے مدد طلب کرنے کا بہت سے فقہاء نے انکار کیا ہے کہ زیارت تو اموات کو دُعا و استغفار سے نفع پہنچانے کے لئے ہے اور بعض حضرات اس کے قائل ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقہا میں سے جو میت کی سماعت اور اس کے ادراک کے قائل ہیں وہ استمداد کو جائز مانتے ہیں اور جنہوں نے سماعت و ادراک

آنرا نیز انکار کنند و آں امریست ثابت
و مقرر نزد مشائخ صوفیہ از اہل کشف
و کمال تا آنکہ گویند اکثرے را فیوض
و فتوح از ارواح رسیدہ امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ قبر امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام تریاق مجرّب است
مر اجابت دعا را و حجۃ الاسلام
گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے
در حیات استمداد کردہ شود بعد از
ممات (الی ان قال) در شرح مقاصد
ذکر کردہ نفع یافتہ میشود بزیارتِ قبور
و استعانت بنفوس اخیار از اموات
بدرستیکہ نفس مفارقہ را تعلقی ہست
ببدن و تربتی کہ دفن کردہ شود
در آں پس چوں زیارت میکند
زندہ آں تربت را و متوجہ میشود بسوئے
نفس میت حاصل میشود میاں
ہر دو نفس ملاقات و فائضات و
اختلاف کردہ اند در آنکہ امداد حی
قوی تر است از امداد میت یا بالعکس
مختار بعضی محققین ثانی است و دریں
باب بعضی روایات کنند کہ فرمود
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کا انکار کیا ہے وہ استمداد کا بھی انکار کرتے
ہیں۔ حالانکہ مشائخ صوفیا اصحاب کشف و کمال
کے نزدیک یہ امر ثابت ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرماتے
ہیں کہ اکثر لوگوں کو فیوض و برکات ارواح سے
پہنچے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کی
مقبولیت کے لئے تریاق مجرّب ہے امام غزالی
فرماتے ہیں کہ جس کی ظاہری زندگی میں اس سے مدد
لی جاتی ہو اس سے وفات کے بعد بھی مدد طلب
کی جائے گی۔ شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں کی
زیارت اور نیک لوگوں کے نفوس سے وفات
کے بعد نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ بے شک
وفات کے بعد نفس کا بدن اور قبر کے ساتھ
ایک تعلق ہوتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص
اس قبر کی زیارت کرتا ہے اور میّت کے
نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں
کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم
ہو جاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ زندہ کی
امداد قوی ہے یا میّت کی بعض محققین نے
نے میّت کی امداد کو قوی قرار دیا ہے بعض
حضرات نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب
کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے

چوں متحیر شوید شما در امور یعنی برآمد کارہا | مدد طلب کرو۔
پس مدد جوئید از اصحاب قبور۔ (فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص۱۰۷)

اسی فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں۔

و نیست صورتِ استمداد مگر ہمیں کہ محتاج
طلب کند حاجتِ خود از جنابِ عزتِ
الٰہی بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب
و مکرم درگاہ والا است و گوید خداوندا
بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت و اکرام
کردہ او را برآوردہ گرداں حاجتِ مرا
یا ندا کند آں بندۂ مقرب و مکرّم
را کہ اے بندۂ خدا و ولیِ وے شفاعت
کن مرا و بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب
مرا تا قضا کند حاجتِ مرا پس نیست
بندہ درمیاں مگر وسیلہ و قادر و معطی
و مسئول پروردگار است تعالیٰ شانہٗ
در وے ہیچ شائبۂ شرک نیست
چنانکہ منکر وہم کردہ و آں چنانست
کہ توسل و طلب دعا از صالحان و
دوستانِ خدا در حالتِ حیات کنند
و آں جائز است بالاتفاق پس آں
چرا جائز نباشد و فرقے نیست در
ارواح کاملاں در حین حیات و بعد
ممات مگر بہ ترقیٔ کمال۔

استمداد کی صورت صرف یہ ہے کہ اپنی حاجت
کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی روحانیت
کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کے
دربار عالی میں مقرب و مکرّم ہے اور کہے
خداوندا اس بندے کی برکت سے کہ جس پر
تو نے عنایت و انعام فرمایا ہے میری حاجت
کو پورا فرمایا یا اس بندۂ مقرب کو پکارے
کہ اے بندۂ خدا اور اللہ تعالیٰ کے ولی
میرے لئے شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے
دعا کر کہ میرے مقصد کو پورا کرے۔ لہٰذا
بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے قادر،
دینے والا، اور جس سے سوال کیا گیا ہے
اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس میں شرک کا شائبہ
تک نہیں جیسے کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی
طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے
دوستوں کو حیات ظاہری میں وسیلہ بنایا
جاتا ہے۔ ان سے دعا طلب کی جاتی ہے
اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ وفات کے بعد
یہی بات کیوں جائز نہ ہوگی۔ کاملین کی ارواح
میں حیات ظاہری اور وفات کے بعد صرف

(فتاوی عزیزی) جلد دوم ص۱۰۸

اتنا فرق ہوتا ہے کہ انہیں مزید کمال حاصل ہو جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ نیک لوگ دنیا میں ہمارے لئے دُعا و سفارش کریں تو جائز ہے۔ وفات کے بعد تو انہیں مزید ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ ہمارے لئے دُعائے خیر کیوں نہیں کریں گے اور اُن سے سفارش کا مطالبہ کیوں کر نا جائز ہو جائے گا۔ ہاں اگر نجدیہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بڑے مرنے کے بعد اس قابل نہیں رہتے کہ وہ کسی کے لئے دُعا یا سفارش کریں یا وہ کسی مصیبت میں گرفتار ہیں تو بصد شوق ان سے دُعا و سفارش کی گزارش نہ کریں۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حضرت میر ابو العلی اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

روزے بآں مزار متوجہ بودند کہ اندرونِ آں ندا آمد کہ ایں قدر از خانۂ شما نیاز آمدہ و برائے صحتِ فرزندِ شما و خواہش فرزند دیگر التماس کردہ اند و آں ملتمس مبذول است۔ (انفاس العارفین ص۲۰)

ایک دن میر ابو العلی حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کے مزار کی طرف متوجہ تھے کہ اندر سے ندا آئی کہ تمہارے گھر سے اتنی نیاز آئی ہے۔ تمہارے صاحبزادے کی صحت اور دوسرے لڑکے کی خواہش کے متعلق گزارش کی گئی ہے اور ان کی وہ گزارش پوری کر دی گئی ہے۔

اب بھی اگر اطمینان نہ ہو تو حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں۔

اخرج احمد والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن مندہ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من الاموات فان کان خیراً استبشروا به وان کان غیر ذالک قالوا اللّٰھم لا تمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا۔

امام احمد، حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مندہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے اعمال تمہارے ان رشتہ داروں پر پیش کئے جاتے ہیں جو فوت ہو چکے ہوں۔ اگر عمل اچھے ہوں تو خوش ہوتے ہیں اور اگر اچھے نہ ہوں تو عرض کرتے ہیں اے اللہ انہیں اس وقت تک موت سے ہمکنار نہ فرما جب تک کہ تو انہیں ہماری طرح ہدایت نہ دے دے۔

اخرج الطیالسی فی مسندہ عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ان اعمالکم تعرض علی عشائرکم واقربائکم فی قبورھم فان کان خیراً استبشروا وان کان غیر ذالک قالوا اللّٰھم الھمھم ان یعملوا بطاعتک۔ (شرح الصدور ص۱۱)

امام طیالسی نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے اعمال تمہارے خویش و اقارب پر قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں اچھے ہوں تو خوش ہوتے ہیں ورنہ عرض کرتے ہیں اے اللہ ان کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ وہ تیرے مطیع بن جائیں۔

اب بھی اگر نجدیوں کو یہ مسئلہ سمجھ نہ آئے کہ اہلِ قبور دُنیا والوں کے لئے دعا و سفارش کرتے ہیں اور یہ اعتقاد شرک نہیں ہے تو انہیں خدا سمجھے۔

مسئلہ ۷ :- اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کو مافوق الاسباب برکت دینے والا ماننا شرک ہے۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب :- اوّل تو حضرات نجدیہ کا جگہ جگہ مافوق الاسباب کی قید لگانا ہی مقیاس الجنون کے آخری درجے کی علامت ہے کیونکہ برکت دینے کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل بالذات یعنی خود بخود تو بے شک اللہ تعالٰے کے ماسوا کے لئے برکت دینے کا ثبوت شرک ہوگا خواہ مافوق الاسباب ہو یا ماتحت الاسباب۔ ثانی بالعرض یعنی دراصل اللہ تعالٰے برکت دینے والا ہے۔

اس کی عطا سے مخلوق میں سے کوئی برگزیدۂ درگاہِ الٰہی بھی صاحب برکت ہو جائے تو یہ قطعاً شرک نہیں کیونکہ بالعرض صاحب برکت ہونا اللہ تعالیٰ کا وصف ہی نہیں حتیٰ کہ کسی اور کے لئے ثابت کرنے سے شرک لازم آئے خواہ مافوق الاسباب ہو یا ماتحت الاسباب بہرحال مافوق الاسباب کی قید لگانا غلط ہوا۔

برکت کا مطلب یہ ہے کہ دُعا کرنے، ہاتھ لگانے، پھونک مارنے یا تشریف لے جانے سے کسی کا مقصد حل ہو جائے یا کسی چیز میں اضافہ ہو جائے۔ درحقیقت مقصد کو پورا کرنے والا یا کسی چیز میں اضافہ فرمانے والا اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم ہی ہے۔

ابو رافع نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بدترین دُشمن تھا۔ اُس نے نہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد کو توڑا بلکہ قلعہ بند ہو کر آپ کی ہجو شروع کر دی۔ آپ نے ایک جماعت اسے قتل کرنے کے لئے بھیجی۔ حضرت عبداللہ بن عُتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت اس کے گھر میں گئے۔ جب اسے قتل کر کے واپس آئے تو رات چاندنی تھی بے خیالی میں سیڑھی پر جو پاؤں رکھا تو نیچے گر پڑے جس سے پنڈلی ٹوٹ گئی۔ اس پر پگڑی باندھ کر دربارِ رسالت میں حاضر ہو گئے اور ماجرا بیان کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِیْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ رواہ البخاری اپنے پاؤں کو دراز کرو۔ میں نے پاؤں کو دراز کیا تو آپ نے اس پر دستِ شفا پھیرا تو یوں محسوس ہوا کہ اسے کچھ بھی تکلیف نہ تھی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں میں نے حضرت سلمہ ابن اکوع کی پنڈلی پر چوٹ دیکھ کر پوچھا۔ اے ابو مسلم یہ چوٹ کیسی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا مجھے خیبر کے دن یہ چوٹ لگی تھی اور اتنی شدید تھی کہ لوگوں نے کہا کہ اب سلمہ نہیں بچ سکیں گے فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فَنَفَثَ فِیْهِ ثَلٰثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَیْتُهَا حَتَّی السَّاعَةِ رواہ البخاری۔ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین دفعہ پھونک ماری تو مجھے آج تک تکلیف نہیں ہوئی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مشرک تھیں۔ آپ نے جب انہیں اسلام کی طرف بُلایا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہے۔ حضرت ابوہریرہ روتے ہوئے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے یا رسول اللہ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو ہدایت عطا فرمائے۔ آپ نے دُعا مانگی "اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ"۔ اے اللہ ابی ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے۔ حضرت ابوہریرہ گھر تشریف لائے تو پتہ چلا کہ والدہ غسل کر رہی ہیں۔ کپڑے پہن کر دروازہ کھولا تو کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ سبحان اللہ کس قدر سریع الاثر دُعا تھی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آوازِ مبارک سے بھوک کا احساس کیا اور حضرت انس کو جو کی کچھ روٹیاں دے کر بھیجا۔ آپ نے فرمایا تمہیں ابوطلحہ نے طعام دے کر بھیجا ہے۔ عرض کی جی ہاں آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا اُٹھو۔ اور حضرت ابوطلحہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوطلحہ کو پتہ چلا تو پریشان ہوئے اور حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو صحابہ کرام کی معیت میں تشریف لے آئے ہیں حالانکہ ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ام سلمہ فرماتی ہیں اللہ ورسولہ اعلم اللہ اور اُس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ۔ چنانچہ روٹیوں کے ٹکڑے کر دئے گئے اور ان پر گھی ڈال دیا گیا۔ بعد ازاں اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ پڑھا اور فرمایا دس دس آدمی کھاتے جائیں۔ چنانچہ ستر یا اسی آدمی سیر ہو کر کھا گئے۔ (بخاری ومسلم)

امام مسلم کی ایک روایت میں ہے ثُمَّ اَخَذَ مَا بَقِیَ فَجَمَعَهٗ ثُمَّ دَعَا فِیْهِ بِالْبَرَكَةِ فَعَادَ كَمَا كَانَ"۔ آپ نے باقی ماندہ طعام کو جمع کر کے برکت کی دُعا مانگی

تو وہ پھر پہلے جتنا ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۷)

اس حدیث کے تحت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وَانْطَلَقَ اِلٰی بَیْتِ اَبِیْ طَلْحَۃَ مِنْ غَیْرِ اَنْ دَعَاہُ اَبُوْطَلْحَۃَ اِظْہَارًا لِلْمُعْجِزَۃِ وَالْبَرَکَۃِ لِاَصْحَابِہٖ۔

آپ حضرت ابوطلحہ کے گھر ان کے بلائے بغیر اس لئے تشریف لے گئے تھے کہ صحابۂ کرام کے سامنے معجزے اور برکت کا اظہار فرمائیں۔

غزوۂ تبوک کے دن صحابۂ کرام نے بھوک محسوس کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی حضور اُدْعُھُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِھِمْ ثُمَّ ادْعُ اللہَ لَھُمْ عَلَیْھَا بِالْبَرَکَۃِ۔ ان کے زادِ راہ کی زیادتی اور برکت کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے۔ آپ کے فرمانے پر چمڑے کا ایک ٹکڑا لاکر بچھا دیا گیا اور صحابۂ کرام کے پاس جو کچھ بچا کھچا ہوا تھا لاکر وہاں رکھ دیا فدعا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبرکۃ۔ آپ نے برکت کی دعا فرمائی اس کے بعد فرمایا۔ اپنے اپنے برتنوں میں لیتے جاؤ۔ راوی کہتے ہیں تمام صحابہ نے سیر ہو کر کھایا جتنے برتن تھے سب بھر لئے پھر بھی کچھ طعام بچ گیا۔

صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین اکمال فی اسماء الرجال میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات میں لکھتے ہیں۔

قبرہ قریب من سورھا معروف الی الیوم معظم یستشفون بہ فیشفون

آپ کی قبر انور قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب ہے آج بھی معروف و معظم ہے لوگ ان کے ذریعے شفا طلب کرتے ہیں تو انہیں شفا دی جاتی ہے۔

حضرت امام الاولیاء والتابعین حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

وکانت امہ تخدم ام سلمۃ ام المؤمنین فربما غابت فتعطیہ ام سلمۃ

ثدیھا تعللہ بھا الی ان تجیئ امہ فیدر علیہ ثدیھا فیشربہ، وکانوا یقولون ان الذی بلغ الحسن من الحکمۃ من برکۃ ذالک۔

آپ کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ بسا اوقات وہ کہیں چلی جاتیں تو حضرت ام سلمہ ان کے آنے تک اپنا پستان مبارک آپ کے منہ میں دے کر انہیں بہلاتیں۔ اہلِ دانش حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت حسن بصری حکمت کے جس مرتبے کو پہنچے تھے یہ اسی کی برکت تھی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

میفرمودند حضرت سید الرسل علیہ الصلوات والتسلیمات را در واقعہ دیدم بمن متوجہ شدند از برکت توجہ گرامی بر مقاماتِ اولیاء عبوری کردم و آنہا را نیک می شناختم تا بجائے رسیدم کہ آنحضرت فرمودند ہیچ ولی ازینجا نتواند گذشت۔ (انفاس العارفین ص ۳۹)

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ حضرت سید رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہیں۔ آپ کی توجہ گرامی کی برکت سے میں مقاماتِ اولیاء پر عبور حاصل کرتا جاتا تھا اور انہیں خوب پہچانتا تھا حتیٰ کہ ایسی جگہ پہنچ گیا کہ آپ نے فرمایا کوئی ولی اس جگہ سے آگے نہیں گزر سکتا۔

مشائخ نقشبندیہ کے فیوض و برکات ملاحظہ ہوں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وللنقشبندیۃ تصرفات عجیبۃ من جمع الھمۃ علی مراد فیکون علی وفق الھمۃ والتاثیر فی الطالب ودفع المرض عن المریض وافاضۃ التوبۃ علی العاصی والتصرف

اور نقشبندیوں کے عجائب تصرفات ہیں ہمت باندھنا کسی مراد پر پس ہوتی ہے وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور

مسلمانوں کو مُشرک بنانا ہے ۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک شخص دُھنسی ہوئی آنکھوں والا اُبھرے ہوئے رخسار اور منڈے ہوئے سر والا کہتا ہے یا محمد اِتّقِ اللہ (اے محمد خدا سے ڈرو) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اس کی اطاعت کرنے والا کون ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ تو مجھے زمین والوں پر امین قرار دیتا ہے مگر تم مجھے امین نہیں مانتے ۔ جب وہ خبیث چلا گیا تو آپ نے فرمایا ۔

ان من ضئضئی ھذا قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام مروق السھم من الرمیة فیقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد متفق علیہ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

اس کے خاندان سے ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے ۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بُت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے اگر میں انہیں پاتا تو سرے سے ختم کر دیتا۔

چنانچہ خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زمانے میں اور محمد بن عبدالوہاب نے اپنے زمانے میں وہ اودھم مچایا کہ خدا کی پناہ ۔ محمد بن عبدالوہاب کی معنوی نسل کو دیکھئے کہ ان میں مذکورہ بالا علامتیں ہیں یا نہیں ۔ کیا وہ "فیقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان" پر عمل کرتے ہیں یا نہیں انہیں بُت پرستوں اور اسلام دشمن مذاہب سے کچھ غرض نہیں وہ تو ہاتھ دھو کر مسلمانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کبھی مشرک قرار دیتے ہیں اور کبھی کافر اور بدعتی ۔ خدانخواستہ اگر ان کا بس چلے تو وہ قتل و غارت گری سے بھی باز نہیں آئیں گے ۔

فی قلوب الناس حتی یحبّوا ویعظّموا وفی مدارکھم حتی تتمثّل فیھا واقعات عظیمة والاطلاع علی نسبة اھل اللہ من الاحیاء واھل القبور والاشراف علی خواطر الناس وما یختلج فی الصدور وکشف الوقائع المستقبلة ودفع البلیة النازلة وغیرھا ونحن ننبھک علی نموذج منھا ۔

(القول الجمیل ص ۱۰۳)

لوگوں کے دلوں میں تصرف کرنا تاکہ وہ محبوب اور معظّم ہو جائیں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تاکہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اے کتاب کے دیکھنے والے ان میں سے بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں بطریق نمونے کے ۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل)

اب بتلایئے آپ ان تمام برکتوں کا کیسے انکار کر سکتے ہیں اور چونکہ یہ تمام مافوق الاسباب ہیں تو کیا آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شیخ ولی الدین صاحب مشکوٰۃ شریف صحابہ کرام اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی شرک کا فتویٰ لگائیں گے فھل انتم منتھون ۔

مسئلہ ۸ :- زیارت قبر سنت طریقہ کے ماسوا بعض شرک ہیں بعض گناہ کبیرہ بعض حرام و مکروہ ہیں ۔ (اشتہار تجدیہ)

الجواب :- گویا تمہارے نزدیک گناہ کبیرہ اور حرام الگ الگ چیزیں ہیں ۔ یعنی حرام گناہ کبیرہ نہیں ہے ۔ اسی لئے انہیں مقابل کر کے ذکر کیا ہے ۔ آپ نے سنت طریقہ تو ذکر کیا ہی نہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے سوا زیارت کے طریقے بعض شرک ہیں اور بعض حرام ۔ لیکن آپ کو اس سے کیا غرض کہ لوگ سنت پر عمل کرتے ہیں یا نہیں آپ کا مشن تو سیدھے سادے

قبروں کی زیارت نہ صرف مستحب بلکہ مسنون ہے۔ وہاں میت کے لئے دُعا و استغفار کرے۔

حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانھا تزھد فی الدنیا و تذکر الآخرۃ رواہ ابن ماجہ۔ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا (اب) قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد پیدا ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۱۵۴)

زیارت کا طریقہ اور اس کے آداب یہ ہیں۔

وآداب الزیارۃ ان یقوم مستقبل القبر مستدبر القبلۃ حذاء الوجہ وان یسلم ولا یمسح ولا یقبلہ ولا ینحنی

زیارت کے آداب یہ ہیں کہ قبر کی طرف منہ کر کے قبلے کی طرف پشت کر کے میت کے چہرے کے سامنے کھڑا ہو۔ سلام کہے قبر کو ہاتھ نہ لگائے نہ بوسہ دے اور نہ ہی جھکے (لمعات بر حاشیہ مشکوٰۃ صہ ۱۵۴)

یعنی قبر کے سامنے جھکنا اور بوسہ دینا خلاف ادب ہے۔

قبر کے گرد طواف کرنا ناجائز اور بہ قصدِ تعظیم سجدہ کرنا حرام اور بہ قصدِ عبادت سجدہ کرنا کُفر ہے۔

مسئلہ ۹ ۔ ارواحِ اولیاء کرام کو مخلوق کے لئے مدبر اور نظام چلانے والا ماننا شرک ہے۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب :۔ حقیقتاً کائنات کا نظام چلانے والا اللہ تعالےٰ ہے کسی اور کو حقیقی مدبر ماننا قطعاً یقیناً غلط ہے خواہ وہ اولیاء اللہ ہوں یا فرشتے۔ رہا مجازی طور پر کسی کو مدبر کہنا اور نظام چلانے والا ماننا تو ہرگز شرک و کفر نہیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

والذاریات ذروا فالحاملات وقراً فالجاریات یُسراً فالمقسمات امراً۔ (ذاریات)	مٹی اڑانے والی ہواؤں، پانی کا بوجھ اُٹھانے والے بادلوں، آسانی سے چلنے والی کشتیوں اور حکم سے تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم۔

اس کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فالمقسمات امراً الملائکۃ تقسم الارزاق والامطار وغیرھا بین العباد والبلاد (جلالین شریف)	قسم ان فرشتوں کی جو رزق، بارشوں اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کو بندوں اور شہروں میں تقسیم کرتے ہیں۔

سورۂ نازعات میں فرمایا۔

والنازعات غرقا والناشطات نشطاً والسابحات سبحاً فالسابقات سبقا فالمدبرات امرا۔ (نازعات)	قسم ان فرشتوں کی جو سختی سے روح نکالیں۔ نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے پیریں پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں۔ پھر کام کی تدبیر کریں۔

اس آیہ مبارکہ کے تحت جلالین شریف میں ہے۔

فالمدبرات امراً الملائکۃ تدبر امر الدنیا ای تنزل بتدبیرہ	یعنی ان فرشتوں کی قسم جو امر دنیا کی تدبیر کے لئے اُترتے ہیں۔

علامہ صاوی فرماتے ہیں۔

والمدبر حقیقۃً ھو اللہ تعالیٰ فھم اسباب عادیۃ مظھر للتدبیر (تفسیر صاوی)	مدبر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ فرشتے اسباب عادیہ اور مظہر تدبیر ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صوفیاء کرام کی تفسیر نقل فرماتے ہیں

وانہ مدبرات امراً قلوب کاملین مکملین کہ بعد از وصول برائے دعوت خلق بحق تنزول میفرمائند وبہ صفات آلہیہ	مدبرات امراً سے مراد کاملین و مکملین کے دل ہیں جو وصول کے بعد مخلوق کو اللہ تعالےٰ کی طرف بُلانے کے لئے نزول فرماتے ہیں

متصف شدہ رجوع می کنند۔ (تفسیر عزیزی عم ص ۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کی صفات سے موصوف ہو کر رجوع کرتے ہیں۔

اکابر علماء و عارفین سے سنئے اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں کو کس قدر تصرف عطا فرماتا ہے۔ ولی کامل ۔ غوث وقت ، قطب السالکین حضرت سیدی عبد العزیز دباغ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ولهم التصرف فی العوالم كلها السفلية والعلوية وحتى فی الحجب السبعين وحتى فی عالم الرقا بالمراء ولتشديد القاف وهو ما فوق الحجب السبعين فهم الذين يتصرفون فيه وفی اهله وفی خواطرهم وما تهجس به ضمائرهم فلا يهجس فی خاطر واحد منهم شیئ الا باذن اهل التصرف رضی الله عنهم اجمعين (ابریز شریف ص ۳۲۸)

انہیں تمام جہانوں میں خواہ سفلی ہوں یا علوی میں تصرف حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ ستر پردوں اور ان کے اوپر بھی ۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہیں اہل عالم ان کے دلی حالات و خیالات میں تصرف حاصل ہوتا ہے کسی کے دل میں خیال بھی گزرے تو اہل تصرف کی اجازت سے ہوتا ہے۔

حضرت علامہ محمد بن یحیی تاذفی حلبی حضور غوث اعظم کے متعلق فرماتے ہیں۔

اقول وقد انعقد الاجماع من جماهير الاشياخ من الفقهاء والفقراء وتضمنت الكتب المعتمدة ونقلت ان اصحاب التصرف التام من السادة القادة الاولياء فی حياتهم وفی قبورهم بعد وفاتهم كتصرف الاحياء الى يوم القيامة تخصيص من الله تعالى وهم سيدنا ومولانا وقدوتنا الى الله تعالى الامام

میں کہتا ہوں مشائخ فقہاء و فقراء کا اتفاق اور بہت سی کتابوں میں ثابت ہے کہ اولیاء کرام کاملین اور تصرف تام والے اپنی حیات ظاہری اور وفات کے بعد اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے ۔ وہ حضرات سیدنا و مولانا شیخ عبد القادر

المكمل الشيخ عبد القادر الجيلی والشيخ الكبير الدرياق المجرب معروف بن محفوظ بن فيروز بن المرزبان الكرخی والشيخ الواصل المرحلة عقيل المنبجی والشيخ الكامل حياة بن قيس الحرانی رضی الله تعالى عنهم ۔ (قلائد الجواهر ص ۳۷)

جیلانی شیخ کبیر معروف کرخی شیخ عقیل المنبجی اور شیخ کامل حیات بن قیس حرانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

قال الشيخ علی القرشی رضی الله تعالى عنه رأيت اربعة من المشائخ يتصرفون فی قبورهم كتصرف الاحياء الشيخ عبد القادر والشيخ معروف الكرخی والشيخ عقيل المنبجی والشيخ حيات بن قيس الحرانی رضی الله عنهم

شیخ علی قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے چار ایسے مشائخ دیکھے ہیں جو اپنی قبروں میں احیاء کی طرح تصرف کرتے ہیں ۱۔ شیخ عبد القادر جیلانی ۲۔ شیخ معروف کرخی ۳۔ شیخ عقیل منبجی اور شیخ حیات بن قیس حرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(زبدۃ الاسرار للشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی ص ۸)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں

وولانی علی الاقطاب جمعاً ۔ فحكمی نافذ فی كل حال
وما منها شهورا و دهورا ۔ تمر وتنقضی الا اتى لی
بلاد الله ملكی تحت حكمی ۔ ووقتی قبل قلبی قد صفا لی

(۱) مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام قطبوں پر والی و حاکم بنا دیا میرا حکم ہر حال نافذ ہے ۲۔ ماہ و سال گزرنے سے قبل میرے پاس حاضر ہوتے ہیں ۳۔ اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے تحت ہیں۔ میرا وقت میری جان سے پہلے صاف ہو چکا ہے۔

قدوۃ الفقہاء خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

وصهم ختم دائرة الولاية قطب الوجود سيدى محمد شاذلى البكرى الشهير بالحنفى الفقيه الواحد احد من صرفه الله تعالىٰ فى الكون و مكنه من الاحوال ونطق بالمغيبات و خرق له العوائد وقلب له الاعيان۔

(ردالمحتار جلد اوّل ص۴۲)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع میں سے ختم دائرۃ الولایت قطب وجود سیدی محمد شاذلی حنفی۔ آپ ان حضرات میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف حالات پر قدرت اور مغیبات کے بیان کرنے کی طاقت عطا فرمائی۔ انہیں بے شمار انعامات سے نوازا اور ان کے لئے اعیان کی حقیقت تبدیل کردی۔

ان حقائق کے پیشِ نظر حضرات نجدیہ کا فتویٰ شرک وکفر عناد کی پیداوار ہے یا جہالت کی اللہ تعالیٰ توفیق خیر عطا فرمائے۔

مسئلہ ۱۰ :۔ حیلۂ اسقاط جو ہمارے زمانے میں مروج ہے جس میں یتیم اور غائب کا مال تقسیم کیا جاتا ہے اور غنی امیر کو دیا جاتا ہے اس کا کھانا حرام اور طریقۂ بدعت ہے۔

الجواب :۔ آپ نے براہ راست نہ سہی بالواسطہ یہ تسلیم کرلیا ہے کہ حیلۂ اسقاط جائز ہے خرابی صرف اس قدر ہے کہ یتیم اور غائب کا مال تقسیم کیا جاتا ہے اور امیر لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ حضرت والا اہل سنت وجماعت نے کب کہا ہے کہ غائب کا مال اس کی اجازت کے بغیر اور یتیم کا مال تقسیم کیا جائے اور امراء کو دیا جائے۔ اہل سنت وجماعت کا یہی مسلک ہے کہ عاقل وبالغ حضرات اپنی حلال کی کمائی سے برضاء ورغبت فقراء وغرباء میں تقسیم کریں۔ جیسے کہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص۱۳۹، ۱۴۰ میں تصریح ہے۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میت کی تقصیرات کو معاف کردے گا۔ "غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط" میں اس مسئلے کی کافی تفصیل

کردی گئی ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حیلۂ اسقاط کو بدعت کہنا سراسر غلط اور یاوہ گوئی ہے۔

مسئلہ ۱۱ :۔ میت کے گھر اجتماع اور اہل میت کا لوگوں کے لئے کھانا تیار کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے اور صحابۂ کرام اور ائمۂ مجتہدین نے حرام ومکروہ قرار دیا ہے۔

الجواب :۔ جی ہاں اہلِ میت کا لوگوں کی ضیافت کے لئے کھانا پکانا مکروہ تحریمی اور بدعتِ قبیحہ ہے اس کے متعلق امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے مستقل رسالہ "جلی الصوت لنہی الدعوۃ اَمامَ الموت" تحریر فرمایا ہے۔

لیکن اس میں آپ کی خوشی کی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ صدقات وخیرات کو بند کیا جائے۔ وہ پورا نہیں ہوسکتا کیونکہ ضیافت ودعوت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے اور یہ تو غمی کا موقع ہوتا ہے رہا صدقات وخیرات کا مسئلہ تو اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ اموات کو دُعا واستغفار، خیرات وصدقات کی ضرورت ہوتی ہے بیہقی نے شعب الایمان میں اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما الميت فى قبره الا شبه الغريق المتغوث منتظر دعوة تلحقه من اب او ام او ولد او صديق ثقة فاذا الحقته كانت احب اليه من الدنيا وما فيها وان الله تعالىٰ ليدخل على اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال

میت قبر میں ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح ہوتا ہے اسے باپ، ماں، بیٹے یا دوست کی دُعا کی انتظار ہوتی ہے۔ جب اسے دُعا پہنچتی ہے تو اسے دُنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دُعا کی وجہ سے پہاڑوں کی مثل ثواب

وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار (شرح الصدور صد ۱۲۷)

پہنچاتا ہے۔ زندوں کا مردوں کے لئے ہدیۂ استغفار ہے۔

امام طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔

ما من اھل میت یموت منھم فیتصدقون عنہ بعد موتہ الا اھداھا لہ جبریل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق ھذہ ھدیۃ اھداھا الیک اھلک فاقبلھا فتدخل علیہ فیفرح بھا ویستبشر ویحزن جیرانہ الذین لا یھدی الیھم شیٔ۔
(شرح الصدور صد ۱۲۹)

جن لوگوں کا کوئی آدمی مرجاتا ہے تو جب وہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبریل امین اس صدقے کو نور کے تھال میں لے کر قبر کے کنارے پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا ہے۔ اسے قبول کر۔ چنانچہ صدقے کا ثواب اس کے پاس چلا جاتا ہے۔ وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور اس کے وہ پڑوسی غمگین ہوتے ہیں جنہیں ثواب نہیں پہنچایا جاتا۔

مذکورہ بالا احادیث میں "فیتصدقون" میت والے صدقہ کرتے ہیں۔ نجدیوں کو دعوتِ فکر دے رہا ہے جو بڑی بے تکلفی سے اجتماع کو حرام قرار دیتے ہیں۔ نہ معلوم انہیں دعاؤ استغفار اور قرائت قرآن کے اجتماع میں کونسی خرابی نظر آتی ہے کہ جھٹ حرام کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ حافظ شمس الدین مقدسی حنبلی سے نقل کرتے ہیں۔

وبان المسلمین ما زالوا فی کل عصر یجتمعون ویقرؤن لموتاھم من غیر نکیر فکان ذالک اجماعًا۔ (شرح الصدور صد ۱۳۰)

مسلمان ہمیشہ ہر زمانے میں جمع ہوکر بغیر کسی انکار کے اموات کے لئے قرآن خوانی کرتے رہے ہیں لہٰذا اس پر اجماع ہوا۔

آپ کو اموات اور فقراء سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے صدقہ وخیرات کو روکنے ہی کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْہُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (نساء)

وراثت تقسیم کرتے وقت اگر رشتے دار، یتیم اور مسکین آجائیں تو اس میں سے انہیں بھی کچھ دو اور اچھی بات کہو۔

حضرت حسن اور حضرت امام نخعی رحمہما اللہ تعالےٰ سے روایت ہے کہ

ادرکنا الناس وھم یقسمون علی القرابات والمساکین والیتامٰی من العین یعنیان الورق والذھب فاذا قسموا الورق والذھب وصارت القسمۃ الی الارضین والرقیق وما اشبہ ذالک قالوا لھم قولا معروفا کانوا یقولون لھم بورک فیکم وقال الامام الزاھد عن ابن عباس ان کان المال کثیرا یرضخ لھم وان کان قلیلا اعتذر الیھم (تفسیرات احمدیہ صد ۱۵۵)

ہم نے دیکھا کہ اکثر لوگ رشتے داروں، مسکینوں اور یتیموں پر سونا چاندی تقسیم کیا کرتے تھے۔ جب زمین اور غلام وغیرہ تقسیم کرنے کی باری آتی تو انہیں اچھی بات کہتے۔ وہ کہا کرتے تھے بُورِکَ فیکم اللہ تعالےٰ تمہیں برکت دے۔ امام زاہد نے ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی کہ اگر مال زیادہ ہوتا تو تقسیم کردیتے۔ تھوڑا ہوتا تو معذرت کردیتے۔

اُمید ہے کہ قرآن مجید، صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کے سامنے آجانے کے بعد آپ حضرات کو اعتراض نہیں رہے گا۔

مسئلہ ۱۲ :- ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پڑھنا درست ہے لیکن اس پر اجرت لینا حرام ہے۔ نہ میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ پڑھنے والے کو۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب :- شکر ہے آپ نے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید پڑھنے کو جائز مان لیا ہے۔ اس مسئلے کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالے نے فتاویٰ عزیزی جلد اول ص۸۹،۹۰ میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس کی چند صورتیں ہیں ۱- قرآن مجید کا ثواب کچھ پیسوں کے بدلے فروخت کیا جائے۔ "ایں صورت محض باطل است باجماع اہل سنت" یہ صورت اہل سنت کے نزدیک اتفاقاً باطل ہے ۲- کسی شخص کو قرآن مجید پڑھنے کے لئے اجرت پر بلایا جائے اور اس کا ثواب اس سے حاصل کیا جائے۔ "ایں صورت نزد حنفیہ جائز نیست" یہ صورت احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے ۳- ایک شخص از خود قرآن مجید پڑھ کر کسی کو ثواب پہنچا دے یا کسی کو ثواب پہنچانے کی نیت سے شروع کرے۔ دل میں معاوضے کا قطعاً خیال نہ ہو اور دوسرا آدمی بہ طور احسان قرآن خوانی کے دوران یا اس کے بعد کچھ دے دے یا اس طرح ہو کہ ایک آدمی کسی پر عرصے سے احسان کر رہا ہے وہ شخص بہ طور مکافات قرآن مجید یا کلمہ شریف پڑھ کر اسے ثواب بخش دیتا ہے "ایں صورت جائز است بلا شبہ بلکہ مستحب زیرا کہ مکافات احسان باحسان مستحب است و فی الحدیث من صنع الیکم بمعروف فکافئوہ الخ" جو شخص تم پر احسان کرے تم اس کے بدلے اس پر احسان کرو۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ نیت ہو کہ میں اس کے احسان کا بدلہ چکا رہا ہوں تو بہتر ہے یہ نیت نہ ہو کہ اس احسان کے ذریعے اس پر کچھ لازم کر دوں گا ۴- ایک شخص علمِ دین یا قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہے یا کسی اور عبادت میں مشغولیت چاہتا ہے لیکن اس کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ گذر اوقات کر سکے۔ کوئی مالدار آدمی اس کے اخراجات اپنے ذمے لے لیتا ہے تاکہ وہ اطمینان سے اپنے ارادے کو پورا کر سکے۔ "و در ایں صورت ہر دو را اجر کامل بر ہر طاعت او حاصل میشود و مورد ایں آیہ ہمیں است قال اللہ تعالےٰ للفقراء الذین احصروا الی آخرھا واعانت بر طاعت که در حدیث جا بجا ممدوح واقع شدہ ہمیں است۔ لیکن ایں را اجرت گفتن مجاز است۔ اس صورت میں دونوں کو اپنے عمل کا ثواب مل جائے گا۔ اس آیہ مبارکہ "للفقراء الذین اُحصِرُوا الآیۃ" کا یہی معنی ہے نیکی میں امداد کرنے کی جو حدیثوں میں جا بجا تعریف آئی ہے اس کی یہی صورت ہے لیکن اسے اجرت کہنا مجاز ہے ۵- ایک شخص قرآن مجید بہ نیت عبادت نہیں بلکہ ایک مباح سمجھ کر پڑھتا ہے اور اس پر اجرت لیتا ہے۔ مثلاً دم تعویذ اور کچھ سورتوں کا ختم بعض دنیاوی مطالب کے لئے یا عذابِ قبر سے نجات کے لئے یا زندہ یا مردہ کے انس کے لئے خوش آوازی سے پڑھتا ہے "و ایں قسم نیز جائز است بلا کراہت وہمیں است موردِ ایں حدیث کہ ان احق ما اتخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ و قصہ رقیہ لدیغ بسورۂ فاتحہ و گرفتن اجرت بداں نیز از ہمیں قبیل است" یہ قسم بھی بلا کراہت جائز ہے۔ اس حدیث کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس چیز پر تم اجر لو اس میں سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔ اور ایک ڈسے ہوئے کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ دم کرنے کا واقعہ اور اس پر اجرت لینا بھی اسی قسم سے ہے۔

امام اہل سنت مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے ایک اور صورت بیان فرمائی ہے ملاحظہ ہو۔

ہاں قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لئے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے۔ پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اجرت بلا شبہ

جائز ہے کہ اس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوتِ قرآن کے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ :۔ سنت کے بعد دُعا ہیئتِ اجتماعی ضروری مانگنا اور اس کو ثواب سمجھنا بدعت ہے سنت اور مستحب نہیں۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب :۔ بہت خوب! آپ لوگوں کا مشن اور مذہب ہی یہ ہے کہ عوام مسلمانوں کو خدا سے بھی بے تعلق کردو اور خدا کے بندوں سے بھی۔ اولیاء کے دربار میں تحفہ و ہدیہ پیش کیا جائے تو حرام اور شرک اللہ تعالےٰ کا نام بلند آواز سے لینا ناجائز، سنتوں کے بعد دعا مانگنا بدعت ۔ ۲۔ اچھا تو آپ کے نزدیک سنت مستحب اور بدعت کے درمیان کوئی مرتبہ ہی نہیں۔ آخر مباح کو آپ کس کھاتے میں رکھیں گے ۔ ۳۔ کتاب و سنت میں دُعا مانگنے پر پُرزور رغبت دلائی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (انشراح) اس کی تفسیر علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے یوں کی ہے۔ فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب اِتعب فی الدعاء و الی ربك فارغب تضرع (جلالین شریف) جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں کوشش کرو اور اپنے رب کے دربار میں عاجزی کرو۔

دیکھئے یہاں نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا مانگنے کا حکم ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا سنت و نفل۔

دوسری جگہ فرمایا اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں دُعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب مجھ سے دُعا کرے۔

یہاں بھی کسی وقت کی تعیین نہیں ہے جب چاہے دُعا کرو۔ آخر اپنے ربِ کریم سے مانگنا ہے۔ وہ مانگنے سے نہیں نہ مانگنے سے ناراض ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم من لم یسأل اللہ یغضب علیہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

اس حدیث کے تحت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں "استکبارًا او استنکافًا" یعنی جو شخص تکبّر یا انکار کی وجہ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔ حضرات نجدیہ کو خوفِ خدا سے کام لینا چاہیئے کہ وہ انکار کرتے ہوئے سنتوں کے بعد دُعا نہیں مانگتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔

من سرّہٗ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر الدعاء فی الرخاء رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

جسے پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیف میں اس کی دُعا قبول کرے اسے چاہیئے کہ خوش حالی میں بکثرت دُعا مانگے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان کوئی ایسی دُعا کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو تو اللہ تعالےٰ اسے تین چیزوں میں سے ایک عنایت فرماتا ہے ۱۔ دُنیا میں دُعا قبول فرما لیتا ہے ۲۔ اس کا ثواب آخرت کے لئے محفوظ فرما دیتا ہے ۳۔ کسی مصیبت کو دُور کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی "اذاً نُکثِرُ" تب تو ہم بکثرت دُعا مانگیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶)

کیا بکثرت دُعا مانگنے کا یہی مطلب ہے کہ صرف فرضوں کے بعد دعا مانگی جائے سنتوں کے بعد نہ صرف دُعا کو ترک کیا جائے بلکہ انکار کیا جائے اور بدعت کا فتویٰ ٹھونس دیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لیس شیءٌ اکرم علی اللہ من الدعاء رواہ الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۴) اللہ تعالےٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی پسندیدہ چیز نہیں۔

آپ اسی چیز پر بدعت کا فتویٰ لگاتے ہیں جس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

امام علامہ جلیل الشان امام نووی شارح مسلم نے صحیحین سے یہ دعا نقل کی

اللّٰھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃً من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ وھذا الدعاء وان کان ورد فی الصلوٰۃ فھو حسن نفیس یستحب فی کل موطن (الاذکار ص ۳۴۶) یہ دعا اگرچہ نماز کے متعلق وارد ہے لیکن خوب، نفیس اور صحیح ہے لہٰذا ہر جگہ مستحب ہے۔

امام نووی تو فرماتے ہیں کہ یہ دعا ہر جگہ مستحب ہے لیکن آپ اسے بدعت کہتے ہیں ان کے مقابلے میں تمہاری بات کا کون اعتبار کرے گا۔

علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں۔

وینبغی ان یلح بالدعاء مرۃ بعد اخریٰ وقتاً بعد وقت وان یکرہ ثلاثاً ویکرہ ان یرفع بصرہ الی السماء (الی ان قال) وان یخص صلاۃ او وقتا بدعاء لانہ یقسی

(طحطاوی ص ۱۸۹)

دعا اصرار کے ساتھ یکے بعد دیگرے ایک وقت کے بعد دوسرے وقت میں مانگنی چاہیئے اور تین دفعہ تکرار سے مانگے آنکھ کو آسمان کی طرف اٹھانا مکروہ ہے اسی طرح کسی نماز یا وقت کو دعا کے لئے مخصوص کرنا بھی مکروہ ہے کیونکہ اس سے قساوتِ قلبی پیدا ہوتی ہے۔

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے۔

ویستحب ان یستقبل بعدہ ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعدہ نافلۃ

مستحب ہے کہ امام نفلوں کے بعد اور اگر فرضوں کے بعد نفل نہیں تو فرضوں کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہو اور سب

یستقبل الناس ویستغفرون اللہ ثلاثا ویقرؤن آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبحون اللہ تعالیٰ ثلاثا وثلثین ویحمدونہ کذالک ویکبرونہ کذالک ثم یقولون لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین (نور الایضاح بر حاشیہ طحطاوی ص ۱۸۷ تا ۱۸۹)

تین دفعہ استغفار پڑھیں۔ آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھیں تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اتنی دفعہ الحمد للہ، اتنی دفعہ اللہ اکبر کہیں اس کے بعد لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر" پھر سب اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا مانگیں۔

حدیث پاک میں ہے۔

عن عبد اللہ بن زید قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالناس الی المصلی یستسقی فصلی بھم رکعتین جھر فیھما بالقراءۃ واستقبل القبلۃ یدعو ورفع یدیہ وحول ردائہ حین استقبل القبلۃ متفق علیہ۔

حضرت عبد اللہ بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ استسقاء کے لئے باہر نکلے۔ دو رکعتیں پڑھائیں جن میں بلند آواز سے قرأت کی اور قبلہ رخ ہو کر یہ دعا کی اور ہاتھوں کو اٹھایا اور جس وقت قبلہ رخ ہوئے تو آپ نے چادر مبارک کو پھیرا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۱)

صلوٰۃ استسقاء تو بہر حال نفل ہی تھی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ کیا اب بھی تم نوافل کے بعد دعا مانگنے کو بدعت کہنے کی جسارت کرسکو گے۔

رہا یہ کہ اجتماعی طور پر دعا مانگنی چاہیئے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشک اجتماعی طور پر دعا مانگنا امر مستحسن ہے۔ علامہ بیضاوی نے "ایاک

تعبد وایاک نستعین" میں جمع کے صیغے کی مختلف توجیہیں پیش کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

اولہ و لسائر المومنین ادرج عبادتہ فی تضاعیف عباداتہم وخلط حاجتہ بحاجتہم لعل اللہ یقبل ببرکتہا و تجاب الیہا ولہذا شرعت الجماعۃ۔

(بیضاوی صـ۸، ۹)

یہ ضمیریں قاری اور دیگر مسلمانوں کی طرف راجع ہیں اس نے اپنی عبادت کو ان کی عبادت میں شامل کر دیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی عبادت کی برکت سے اس کی عبادت بھی قبول فرمالے اور اس نے اپنی حاجت کو بھی ان کی حاجت کے ساتھ ملا دیا ہے۔ ہو سکتا ہے ان کے طفیل اس کی حاجت بھی قبول ہو جائے۔

علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اذا اجتمع الناس فی الدعاء کان الی الاجابۃ اقرب فانہ لابد ان یکون فیہم من یستحق اجابۃ الدعاء فاذا اجاب اللہ دعاء البعض فہو اکرم ان یرد علی الباقی۔

(روح البیان صـ۱۰۱)

جب لوگ مل کر دعا کریں تو دُعا قبولیّت کے زیادہ نزدیک ہوتی ہے کیونکہ ان میں کوئی ایسا شخص ہو گا جس کی دُعا مقبول ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے وہ دوسروں کی دُعا کو بھی رد نہیں فرمائے گا۔

مسئلہ ۱۴ :۔ زکوٰۃ اسقاط اور صدقۂ فطر غنی اور امیر کو دینے پر ذمہ فارغ نہیں ہوتا دوبارہ دینا پڑے گا اور لینے والے نے حرام کھا لیا۔

(اشتہار نجدیہ)

الجواب :۔ اس مسئلے میں نجدیوں کی کیا خصوصیت ہے اہل سنت وجماعت

کے نزدیک بھی زکوٰۃ و اسقاط وغیرہ صدقات کے مستحق فقراء و مساکین وغیرہم ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیۃ۔

(نوٹ) آپ نے غیر شعوری طور پر "حیلہ اسقاط" کا مسئلہ مان لیا ہے بلکہ بے خبری میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر مالدار کو دے دیا تو دوبارہ دینا پڑے گا ذرا غور تو کریں۔ اس مسئلے میں آپ کا اہل سنت وجماعت سے کیا اختلاف ہے؟۔

مسئلہ ۱۵ :۔ مزارات پختہ کرنا اور ان پر گنبد بنانا بدعت ہے۔

الجواب :۔ اولیاء کرام کے مزارات پر اس نیّت سے گنبد بنانا کہ ایصال ثواب کے لئے آنے والوں کو دھوپ اور بارش وغیرہ سے آرام رہے گا۔ اور لوگوں کی نظر میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہو گی۔ بلاشبہ امر مستحسن ہے۔

دیارِ مصر کے مفتی شیخ عبد القادر رافعی حنفی فرماتے ہیں۔

فی روح البیان عند قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ و آتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اولٰئک ان یکونوا من المہتدین من

روح البیان میں آیۂ مبارکہ انما یعمر مساجد اللہ الآیہ کے تحت فرمایا کہ

سورۃ التوبۃ ما نصہ قال الشیخ عبد الغنی النابلسی "فی کشف النور عن اصحاب القبور" ما خلاصتہ ان البدعۃ الحسنۃ الموافقۃ لمقصود الشرع تسمّی سنۃ فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء و وضع الستور والعمائم

علامہ عبد الغنی نابلسی "کشف النور" میں فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ جو مقصودِ شریعت کے مطابق ہو اُسے سنت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا علماء اولیاء اور صلحا کی قبروں پر قبے بنانا، چادر وغیرہ چڑھانا جب کہ اس سے عوام کی نگاہ میں تعظیم

والثیاب علی قبورهم امر جائز اذا کان القصد بذالک التعظیم فی اعین العامة حتی لا یحتقروا صاحب هذا القبر و کذا ایقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضًا للاولیاء فالمقصد فیها حسن ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیمًا لهم ومحبة فیهم جائز ایضًا لا ینبغی النهی عنه

مقصود ہو تاکہ وہ صاحب قبر کو حقیر نہ جانیں جائز ہے اسی طرح دئے اور موم بتی اولیاء وصلحاء کی قبروں کے پاس جلانا اولیاء کرام کی تعظیم وتکریم ہے اس میں مقصد حسن ہے تیل اور موم بتی کی جو اولیاء کے لئے نذر مانی جاتی ہے تاکہ تعظیم ومحبّت کے طور پر ان کی قبروں کے پاس روشنی کی جائے جائز ہے اس سے روکنا نہیں چاہیئے۔

(التحریر المختار لرد المحتار ج ۱ صہ ۱۲۳)

اسی عبارت کا کچھ حصّہ علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار جلد خامس صہ ۲۵۶ میں نقل کر کے اسے برقرار رکھا اور فرمایا "کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ"۔ اسی طرح استاذ عبد الغنی نابلسی کی کتاب "کشف النور" میں ہے۔

حضرت علامہ سیدی عبد الوہاب شعرانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وکان سیدی علی واخی افضل الدین یکرهان بناء القبة علی القبر و وضع التابوت الخشب والستر علیه ونحو ذالک لاحاد الناس ویقولان هذا لا یلیق الا بالانبیاء ومن دانا هم من الاولیاء الاکابر (لواقح الانوار القدسیہ فی بیان العهود المحمدیہ صہ ۲۴۲)

سیدی علی خواص اور افضل الدین عوام کی قبروں پر قبہ بنانے، لکڑی کا تابوت رکھنے اور چادر چڑھانے کو ناپسند رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے لائق ہے

اللہ تعالیٰ انبیاء عظام علیہم السلام اور اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کی تعظیم وتوقیر کی توفیق عطا فرمائے اور بدمذہبی سے بچائے۔ کیا علامہ اسمٰعیل حقی صاحب روح البیان، علامہ طحطاوی اور شامی کے استاذ علامہ عبد الغنی نابلسی، شیخ عبد القادر رافعی، علامہ عبد الوہاب شعرانی حضرت علی خواص اور افضل الدین وغیرہم حضرات بدعات سیئہ کی تائید وتوثیق کر رہے ہیں۔ حاشا وکلّا۔

مسئلہ ۱۶:۔ اولیاء کرام کی قبروں پر عرس کرنا بدعت ہے۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب:۔ ہم اس مسئلے کی تحقیق شاہ اسمٰعیل دہلوی کے چچا استاذ اور شیخ کے شیخ شاہ عبد العزیز صاحب محدّث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قبروں پر ہر سال ایک معین دن جانے کی تین صورتیں ہیں (۱) دن معین کر کے ایک دو آدمی ہیئت اجتماعیہ کے بغیر قبور پر محض زیارت و استغفار کے لئے جائیں۔ یہ احادیث سے ثابت ہے تفسیر در منثور میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہر سال قبروں پر دعا و استغفار کے لئے تشریف لے جاتے تھے یہ ثابت اور مستحب ہے (۲) آنکہ ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند و فاتحہ و شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضران نمائند ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء و اموات را حاصل میشود (ترجمہ) ہیئات اجتماعیہ کے ساتھ بہت سے لوگ جمع ہو کر قرآن مجید ختم کریں شیرینی یا طعام حاضرین میں تقسیم کریں۔ یہ قسم پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں معمول نہ تھی۔ اگر کوئی شخص اس طرح کرتا ہے تو حرج نہیں کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں بلکہ زندوں اور اموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے (۳) ایک دن معین کر کے لوگ اس طرح قبروں پر جمع ہوں کہ فخر والے کپڑے پہنیں جیسے کہ عید کے موقع پر پہنے جاتے ہیں اور خوش ہو کہ قبروں پر جمع ہوں۔ رقص، سرود اور دیگر ممنوع بدعتیں مثلاً قبروں کو سجدہ کرنا اور طواف کریں تو یہ قسم حرام اور ممنوع ہے بلکہ بعض صورتیں حد کفر تک پہنچ جاتی ہیں۔ حدیث "لا تجعلوا قبوری

عیداً" اور اللّٰھم لا تجعل قبری وثنا یعبد اسی صورت پر محمول ہیں۔
(فتاویٰ عزیزی جلد اول صہ ۳۸)

بعض علماء نے شاہ عبدالعزیز صاحب پر اعتراض کیا کہ آپ لوگ اپنے بزرگوں کے عرس کو فرض سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ایں طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں باہدائے ثواب و تلاوت قرآن و دُعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امور مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعین روز عرس برائے آں است کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح نجات است و خلف را لازم است کہ سلف خود را بایں نوع برّ و احسان نماید چنانچہ در احادیث مذکور است کہ ولد صالح یدعولہ

یہ اعتراض اس شخص کے حالات سے جہالت کی بناء پر ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ کوئی شخص بھی فرائض شرعیہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا ہاں زیارت اور صالحین کی قبر سے تبرک اور ثواب تلاوت قرآن، دُعائے خیر اور طعام و شیرینی کی تقسیم سے ان کی امداد کرنا مستحسن امور ہیں علماء کے اتفاق سے عرس کا دن اس لئے معین کیا جاتا ہے تاکہ ان حضرات کے دنیا سے آخرت کی طرف انتقال کی یاد برقرار رہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کئے جائیں نجات کا ذریعہ ہیں۔ سعادت مند اولاد کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بزرگوں پر اس قسم کا احسان کرتے رہیں۔ چنانچہ احادیث میں مذکور ہے کہ نیک بچہ ہو جو میت کے لئے دُعا کرے۔

(فتاویٰ عزیزی جلد اول صہ ۴۹)

اس سے چند سطر بعد تفسیر درمنثور کے حوالے سے ابن منذر اور ابن مردویہ سے نقل کرتے ہیں کہ

عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

حضرت انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یأتی احداً کل عام فاذا تفوہ الشعب سلم علی قبور الشہداء وقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہر سال مقام احد تشریف لے جاتے جب گھاٹیوں میں داخل ہوتے تو شہدائے کی قبروں پر سلام فرماتے اور فرماتے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے سلامتی ہو۔ آخرت کیا ہی اچھا مقام ہے۔

اس روایت کو امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں نقل کیا۔ ابن جریر نے تو یہ بھی نقل کیا ہے کہ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد اول صہ ۴۹)

شاہ ولی اللّٰہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

حضرت ایشاں در پھلت بودند روز عرس یکے از بزرگاں آنجا رسید۔
(انفاس العارفین صہ ۴۶)

شاہ عبدالرحیم صاحب پھلت میں تھے ایک بزرگ کا عرس تھا آپ وہاں تشریف لے گئے

دیوبندیوں کے مسلمہ پیر و مرشد حاجی امداد اللّٰہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں۔

لفظ عرس ماخوذ اس حدیث سے ہے نَم کنومۃ العروس یعنی بندۂ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر کیونکہ موت مقبولانِ آلہی کے حق میں وصالِ محبوبِ حقیقی ہے۔ اس سے بڑھ کر کون عروسی ہوگا۔ چونکہ ایصالِ ثواب بروحِ اموات مستحسن ہے خصوصاً جن بزرگوں سے فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں ان کا زیادہ حق ہے اور ہر اپنے پیر بھائیوں سے ملنا موجب از دیاد محبت و تزاید برکات ہے اور نیز طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں مشقت نہیں ہوتی بہت سے مشائخ رونق افروز ہوتے ہیں، اس میں جس سے عقیدت ہو اس کی غلامی اختیار کرے اس لئے مقصود ایجاد رسم عرس یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ اس تاریخ میں جمع ہو جائیں۔ باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب

بھی پہنچا دیا جاوے یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں رہا خاص یوم وفات مقرر کرنا اس میں اسرار خفیہ ہیں ان کا اظہار ضروری نہیں۔ (کلیات امداد ص۸۴ فیصلہ ہفت مسئلہ)

کیا آپ شاہ عبد العزیز صاحب شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد الرحیم صاحب اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی ان تمام حضرات پر بدعت کا لیبل چسپاں کریں گے یا یہ نسخہ صرف عوام مسلمانوں کے لئے ہی ہے۔ اور کیا مذکورہ بالا تفصیل کے باوجود بھی آپ بدعت ہی کی رٹ لگائے رکھیں گے۔

مسئلہ ۱۷ :۔ نماز جنازہ کے بعد دفن میں تاخیر کرنا خلافِ سنت ہے اور بعد از نماز جنازہ دعا کرنا مکروہ ہے۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب :۔ بے شک میت کو جلدی دفن کر دینا چاہیئے۔ یہی شریعتِ مقدسہ کا مقصود و مطلوب ہے لیکن آپ نے نماز جنازہ کے بعد کی قید کس لئے لگائی ہے۔ کیا نماز جنازہ سے پہلے دیر کرنا آپ کے نزدیک موافقِ سنت ہے۔

رہا دُعا کرنا ارے بھائی اس پر کون سے گھنٹے صرف ہوں گے جس کی بناء پر اسے مکروہ کہا جائے۔ حدیث پاک میں ہے إذا صليتم على الميت فاخلصوا له الدعاء۔ رواه ابوداؤد و ابن ماجة (مشکوٰۃ شریف)۔ جب تم میّت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لئے خلوص کے ساتھ دُعا کرو "فاخلصو" میں لفظ "فاء" آیا ہوا ہے جو دلالت کرتا ہے کہ دُعا نماز جنازہ کے بعد بلا تراخی ہے۔ کتب اصولِ فقہ میں فاء کا معنی تعقیب بلا تراخی بیان کیا گیا ہے۔

منیۃ المصلی کی شرح کبیری میں عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت ہے۔

قال التقى الناس بموتة جلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم على المنبر وكشف ما بينه وبين الشام فهو ينظر الى معاركهم فقال عليه السلام اخذ الرأية زيد بن حارثة

کہ صحابۂ کرام مقام موتہ میں مصروف پیکار تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کے اور شام کے درمیانی حجابات اُٹھ گئے آپ میدانِ جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے

فمضى حتى استشهد وصلى عليه ودعا له وقال استغفروا له ودخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ جعفر بن ابى طالب فمضى حتى استشهد وصلى عليه رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ودعا له قال استغفروا له دخل الجنة وهو يطير فيها بجناحين

فرمایا اب زید بن حارثہ نے جھنڈا اُٹھایا ہے وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے آپ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور دُعا کی اور فرمایا ان کے لئے دعائے مغفرت کرو وہ جنّت میں داخل ہو کر چل پھر رہے ہیں پھر جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا اٹھایا وہ آگے بڑھے اور شہید ہو گئے۔ آپ نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دُعا کی اور فرمایا ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرو۔ وہ جنّت میں داخل ہو کر دو پروں

حيث شاء (بحوالہ مجموعہ بذل الجوائز ص۲۵) سے اُڑ کر جہاں چاہتے ہیں، جاتے ہیں۔

البتّہ دُعا مختصر ہونی چاہیئے طویل نہ ہو تاکہ جلد از جلد میت کو دفن کیا جا سکے نیز صفوں کو اسی طرح برقرار نہیں رکھنا چاہیئے بلکہ صفیں توڑ دینی چاہئیں کم از کم اتنا تو سوچا جائے کہ میّت کو دُعا کی از حد ضرورت ہوتی ہے اور کتاب و سنت سے بکثرت دعا مانگنے کی خاصی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس کے باوجود بغیر ممانعت شرعی کے دُعا کو مکروہ قرار دینا مناسب نہیں۔ مزید تفصیل کے لئے امام اہلِ سنت مجددِ دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "بذل الجوائز" ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۱۸ :۔ ایصالِ ثواب کے لئے دنوں کا تعین کرنا بدعت ہے۔ (اشتہار نجدیہ)

الجواب :۔ اگر ایصالِ ثواب جائز ہے اور یقیناً جائز ہے تو لازماً کسی معیّن دن میں ہوگا آپ کے نزدیک غیر معین دن میں ایصالِ ثواب کی صورت ہے تو اس سے ہمیں بھی آگاہ فرمائیں۔

دراصل تعیین دو قسم کا ہے ۱۔ تعیین شرعی کہ شریعت نے کسی کام کے لئے ایک وقت معیّن کردیا ہے وہ کام اس وقت کے علاوہ نہیں ہوسکتا مثلاً قربانی کے خاص دن مقرر ہیں آگے پیچھے نہیں ہوسکتی یا اس وقت سے آگے پیچھے مکروہ ہو جیسے احرام کے لئے شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے مقرر ہیں۔ ان سے پہلے حج کے لئے احرام باندھنا مکروہ ہے یا جو ثواب اس وقت ہے دوسرے وقت میں نہیں ہے جیسے کہ عشاء کے لئے رات کا پہلا تہائی حصہ جو ثواب اس وقت ہے اس کے بعد نہیں۔ دوسری قسم تعیین عادی ہے۔ یعنی شریعت نے ایک کام کی عام اجازت دے رکھی ہے۔ جب چاہیں ادا کریں لیکن کچھ مصلحتوں کے پیشِ نظر ایک وقت معین کرلیا جائے مثلاً شریعت کی طرف سے ایصالِ ثواب کی عام اجازت ہے کسی وقت بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ایصالِ ثواب کے لئے دن مقرر کرلیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس وقت کے علاوہ ایصالِ ثواب نہیں ہوسکتا یا جو ثواب اس وقت ہے آگے پیچھے نہیں ہوگا تو یہ تعیین شرعی ہے اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں تعیین شرعی شارع کی طرف سے ہوسکتی ہے کسی شخص کو اپنے طور پر وقت مقرر کرنے کا کوئی حق نہیں لیکن اگر کوئی شخص بعض فوائد کے پیشِ نظر وقت مقرر کرلیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے وقتوں میں بھی ایصالِ ثواب ہوسکتا ہے۔ نیز تمام اوقات میں ثواب یکساں پہنچتا ہے تو یہ ہرگز تعیین شرعی نہیں تعیین عادی ہے اسے ناجائز کہنا کسی طرح بھی درست نہیں اور اسے ناجائز کہنے کی اصلاً کوئی دلیل نہیں ہے جیسے کہ ہم عرس کا دن مقرر کرنے کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز سے نقل پیش کرچکے ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں۔

مسئلہ فاتحہ مروجہ کا۔ اس میں وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولود میں مذکور ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفسِ ایصالِ ثواب میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعثِ تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں۔ (کلیات امدادیہ ص ۷۲)

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

میفرمودند در ایام وفاتِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعامی پختہ شود قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم شبے در واقعہ دیدم کہ انواع طعام بحضور آنحضرت عرض میداشتند و در آں میاں آں قند و نخود نیز معروض داشتند بہ نہایت ابتہاج و بشاشت اقبال فرمودند و آں را طلبیدند و چیزے ازاں تناول کردند و باقی در اصحاب قسمت فرمودند کاتب حروف گوید کہ مثل ایں قصہ از بزرگان پیشین نیز روایت کردہ اند اما ایں قصہ حضرت ایشاں بے اشتباہ عجب نیست کہ توارد شدہ باشد (انفاس العارفین ص ۱۴۱)

والد ماجد فرماتے تھے کہ نبئ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات کے دنوں میں کوئی چیز میسّر نہ ہوسکی کہ آنحضرت کی نیاز کے لئے کھانا پکایا جاسکے۔ کچھ چنے اور گڑ نیاز کے طور پر دے دیئے۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ مختلف کھانے آنحضرت کی خدمت میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اسی اثناء میں وہ گڑ اور چنے بھی پیش کردیئے گئے۔ آپ نے نہایت خوشی اور مسرت سے توجہ فرمائی اور انہیں طلب کرکے کچھ خود تناول فرمائے اور باقی صحابۂ کرام میں تقسیم فرمادیئے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ پہلے بزرگوں سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ یہ واقعہ حضرت والد ماجد کے ساتھ بھی پیش آیا ہو۔

یہ ہیں شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب قدس سرہٗ جنہوں نے نبئ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات کے دنوں میں خاص طور پر نیاز کا اہتمام کیا اور کچھ مہیا نہ ہوسکا تو چنے اور گڑ منگوا کر ہی بطور نیاز تقسیم کردیا پھر لطف خسروانہ ملاحظہ ہو کہ نہ صرف اس پر اظہارِ مسرت فرمایا بلکہ

اس میں سے کچھ تناول فرما کر باقی صحابۂ کرام پر تقسیم فرمایا۔ اب بتائیے کہ شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالرحیم صاحب بلکہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا فتویٰ ہے کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے معین دنوں میں نیاز دی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسے بغیر کسی تردید کے نقل کیا بلکہ یہاں تک کہا کہ یہ قصہ پہلے بزرگوں سے بھی منقول ہے۔ یعنی پہلے بزرگ بھی معین دنوں میں ایصالِ ثواب کرتے اور نیاز دیتے تھے، اور پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مسرت کا اظہار فرمایا یہ نہ فرمایا کہ یہ تو بدعت ہے تم نے یہ کام کیوں کیا۔

جب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہی واقعہ کسی نے در ثمین سے نقل کر کے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی کے سامنے پیش کیا تو وہ کمال سادگی سے جواب دیتے ہیں۔

جواب:۔ ایصالِ ثواب ہر روز درست اور موجب ثواب ہے۔ کوئی تاریخ و وقت شرع سے موقت نہیں۔ روزِ ولادت و روزِ وفات بھی درست ہے پس اگر دن کو ضروری نہ جانے بلکہ مثل دیگر ایام کے جانے ایصالِ ثواب میں اور عوام کو بھی اس طرح کے ایصال میں ضرر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں سب کے نزدیک درست ہے پس شاہ عبدالرحیم صاحب کا یہ فعل ایسا ہی تھا تو اس سے کوئی حجت نہیں لا سکتا اپنے بدعت زمانہ پر۔ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۴۳۲)

سبحان اللہ اگر معین دنوں میں شاہ عبدالرحیم صاحب ایصالِ ثواب کریں تو اس کے جواز کی صورتیں نکالی جاتی ہیں اور اگر عوام اہلِ اسلام معین دن کو ضروری نہ جانتے ہوئے بھی ایصالِ ثواب کریں تو جھٹ فتویٰ بدعت و کراہت سامنے آجاتا ہے۔ کیا شاہ عبدالرحیم صاحب کے فعل کو محض اس لئے جائز نہیں ٹھہرایا گیا کہ وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد ہیں اور اُن اکابر میں سے ہیں جن کی طرف مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نسبت رکھتے ہیں۔ ورنہ عام مسلمانوں نے کونسا ناقابلِ معافی قصور کیا ہے کہ وہ بدعت کے فتویٰ سے کسی بھی نہیں بچ سکتے۔

مزید تفصیل کے لئے امام اہلِ سنت مجددِ دین و ملّت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "الحجۃ الفائحۃ" میں ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۱۹:۔ درودِ تاج میں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم الفاظ موہم شرک ہیں۔ یعنی ان سے شرک کی بُو آتی ہے۔

الجواب:۔ شرک کی بُو کیوں نہ آئے جبکہ تمہاری دکان پر نجد کے تیار شدہ شرک کے سینٹ کے علاوہ کچھ بھی نہیں بکتا۔

دراصل بات یہ ہے کہ فعل کی نسبت کبھی فاعل کی طرف ہوتی ہے یہ نسبت حقیقی ہے مثلاً خالق کل شے اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ کون ہے جو مجبور و بیکس کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور مصیبت کو دور فرماتا ہے۔ یعنی دعا کو قبول کرنے اور مصیبت کو دور کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحًا۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں بچہ دیا وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ۔ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ یہ سب حقیقی نسبتیں۔ پیدا کرنا، مصیبت کا دور کرنا، اولاد دینا اور شفا دینا یہ سب درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کے افعال ہیں۔

کبھی فعل کی نسبت مجازاً سبب اور وسیلے کی طرف بھی کر دی جاتی ہے جسے مجازِ عقلی کہتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم سے کہتے ہیں۔ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (سورۂ مریم) میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تمہیں پاکیزہ بیٹا دوں۔ بیٹا دینا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے لیکن مجازاً حضرت جبریل علیہ السّلام کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے جیسی صورت بناتا ہوں۔ پیدا کرنا

اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن مجازاً خلق کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ نیز فرماتے ہیں وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَ اُحْیِی الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو شفا دیتا ہوں اور مُردے کو زندہ کرتا ہوں۔ نجدیت زدہ لوگوں کو تو اس میں سے بھی شرک کی بُو آئے گی کیونکہ شفا دینا اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ زندہ کرنا بھی اسی کی صفت ہے۔ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب نسبتیں مجازی ہیں۔ ان پر شرک کا فتویٰ لگانے سے پہلے اپنے ایمان سے دست بردار ہونا پڑے گا۔

اب اگر ٹھنڈے دل سے سوچا جائے تو حقیقت ظاہر ہو جائے گی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم" آپ بلاء، وباء، قحط، مرض اور تکلیف کو دُور فرمانے والے ہیں۔ کہنے کی دو صورتیں ہیں (۱) آپ کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آپ بلاء اور وباء وغیرہ کے حقیقی دفع کرنے والے ہیں تو اس میں شرک کی بُو نہیں بلکہ صحیح شرک ہے (۲) حقیقتاً بلاء اور وباء کو دفع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مصائب و تکالیف کے دور ہونے کا ذریعہ ہیں تو اس میں ہرگز شرک کا شائبہ نہیں جس شخص کو اس سے شرک کی بُو آتی ہے سمجھ لیجئے وہ جنون کی آخری حدوں کو پہنچ رہا ہے اور فاسد العقیدہ ہے۔ ایسے لوگوں سے پوری طرح پرہیز ضروری ہے۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ ہمیں کس طرح پتہ چلے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "دافع البلاء والوباء" کہنے والا ان امور کی نسبت آپ کی طرف حقیقتہً کر رہا ہے یا مجازاً اس کا جواب یہ ہے کہ علماء معانی نے فرمایا ہے کہ "اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ" موسمِ بہار نے سبزی کو اگایا وغیرہ اقوال کا قائل ملحد اور کافر ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ اُگانے کی نسبت موسمِ بہار کی طرف حقیقتہً کر رہا ہے اور اس کا یہ قول قطعاً یقیناً غلط ہے کیونکہ اُگانا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لیکن اگر اسی قول کو موحد اور مسلمان کہتا ہے تو

جان لیجئے کہ وہ اُگانے کی نسبت موسمِ بہار کی طرف مجازاً کر رہا ہے کیونکہ اس کا مسلمان ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو اُگانے والا مانتا ہے چنانچہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مثل اشاب الصغیر وانبت الربیع البقل فمثل هذا الکلام اذا صدر عن الموحد یحکم بان اسنادہ مجازٌ لان الموحد لا یعتقد انہ الیٰ ما هو لہ (مطول صہ ۱۰۶) ایسا قول جب مسلمان کہے گا تو یہی حکم کیا جائے گا کہ یہ نسبت مجازی ہے کیونکہ مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ اس قول میں نسبت فاعل کی طرف کی گئی ہے۔

یہاں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق "دافع البلاء والوباء" کے الفاظ مسلمان کہے گا تو یہ نسبت یقیناً مجازی ہوگی اور اس کا مسلمان ہونا ہی اس مجاز کا قرینہ ہے۔ چونکہ نجدی عامۃ المسلمین کے متعلق گمان فاسد رکھتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں مشرک ہیں۔ جس طرح خاتم المحققین علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے اس لئے جب عامۃ المسلمین اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے متعلق دافع البلاء والوباء قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو نجدی اس نسبت کو نسبتِ حقیقی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں سے شرک و کُفر کی بُو آتی ہے۔ نعوذ باللہ من العقیدۃ الفاسدۃ الخبیثۃ۔

اب ہم کتاب و سنت اور علمائے امّت کے اقوال سے اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ مقبولان درگاہِ الٰہی کے ذریعے کیا کچھ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ میں مادر زاد اندھے اور برص کے مریض کو اللہ کے اذن سے شفا دیتا ہوں" کیا اندھے پن اور برص کی بیماری سے شفا دینا بلاء و وباء مرض اور الم کا دُور کرنا نہیں تو پھر اگر یہی بات مجسمۂ رحمت و برکت آقا و مولیٰ امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہہ دی جائے تو تمہیں اس میں سے شرک کی بُو کیوں آنے لگ جاتی ہے۔

تعجب ہے کہ نجدی حاکم کو عدل و انصاف اور حکیم و طبیب کو دوائی دینے والا مانیں۔

تو اس میں کچھ بھی نہیں لیکن نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلاء والوباء کہہ دیا
جائے تو شرک سے کم کہیں ٹھہرتے ہی نہیں۔ اسی لئے امام اہل سنت قدس سرہٗ
فرماتے ہیں:۔

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں   مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

یہ حضرات تریاق کو نفع بخش اور زہر کو نقصان دہ مانیں گے لیکن نہیں مانیں گے
تو نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ عالم کے نفع کو نہیں مانیں گے۔ ان میں سے بعض
ناعاقبت اندیش تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ

جتنا نفع ہماری چھڑی دے سکتی ہے (معاذ اللہ) حضور اتنا بھی نفع نہیں دے
سکتے۔ (بحوالہ شہاب ثاقب)

حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔

میری یہ قمیص لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔

چنانچہ وہ قمیص لاکر حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرۂ انوار پر ڈالی گئی۔
فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔ جب خوشخبری
سنانے والا آیا تو اس نے وہ کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا تو اسی
وقت آپ کی آنکھیں پھر آئیں۔

اس سے بڑھ کر اور واضح برکت کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام
پورے وثوق سے فرماتے ہیں۔ میری قمیص کو والد ماجد کے چہرے پر ڈال دینا بینائی
لوٹ آئے گی۔ چنانچہ اسی طرح ہوا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

وکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبسها فنحن نغسلها للمرضیٰ
نستشفی بها (مسلم شریف جلد اول ص ۱۹۰) اس جبے کو نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم زیب تن فرمایا کرتے تھے ہم اسے بیماروں کے لئے دھوتے ہیں اور اس کے

ذریعے شفا طلب کرتے ہیں۔

اللہ اللہ آپ کے جبۂ مبارک کی برکت سے بیماریاں دور ہو جایا کرتی تھیں۔
مگر بے ادب نبیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذریعۂ شفاء دافع البلاء والوباء ماننے
والوں پر فتوئ شرک لگانے سے کم پر صبر نہیں کرتے۔

اس حدیث کے تحت علامہ نووی شارح مسلم فرماتے ہیں۔

وفی هذا الحدیث دلیل علی استحباب التبرک بآثار الصالحین وثیابهم
(شرح مسلم شریف جلد اول ص ۱۹) اس حدیث میں دلیل ہے کہ صالحین کے آثار اور
ان کے کپڑوں سے برکت حاصل کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِبْغُوْنِيْ فِي الضُّعَفَآءِ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۷)

میری رضامندی فقراء کی دل جوئی میں تلاش کرو کیونکہ تمہیں رزق اور امداد انہیں کی مدد سے دی جاتی ہے۔

ضعفا کون ہیں وہی حضرات جن کے دلوں میں نورِ ایمانی مکمل طور پر جگمگا رہا ہے
اور وہ مال و دولت کے دلدادہ نہیں ہیں۔ ان کی برکت کا یہ عالم ہے کہ ان کی برکت
سے لوگوں کو رزق و نصرت حاصل ہوتی۔ یہ سب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی اطاعت و محبت کا ثمرہ تھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

وللنقشبندیة تصرفات عجیبة من جمع الهمة علی مراد فیکون علی وفق الهمة والتاثیر فی الطالب ودفع المرض عن المریض وافاضة التوبة علی العاصی (الی ان قال)

نقشبندیوں کے عجائب تصرفات ہیں۔ ہمت باندھنا کسی مراد پر پس ہوتی ہے۔ وہ مراد ہمت کے موافق اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عاصی پر توبہ کا افاضہ کرنا اور دلانے

ودفع البلیۃ النازلۃ وغیرھا۔	نازل کو دفع کرنا۔ وغیرذالک
(القول الجمیل صـ ۱۰۳)	(شفاء العلیل صـ ۱۰۳ ترجمہ القول الجمیل)

اس عبارت میں "بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور بلائے نازل کو دفع کرنا" کے الفاظ خصوصی توجہ چاہتے ہیں۔ کیا "دافع البلاء والوباء والمرض والالم" کا یہی معنی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب یہ باتیں اولیاء نقشبند رحمہم اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کر رہے ہیں لیکن تم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بھی ان امور کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

والشیخ علی بن الھیتی احد الاربعۃ الذین کانت مشائخ العراق یسمونھم البروءۃ علی انھم یبرؤن الاکمہ والابرص وھم الشیخ عبدالقادر الجیلی والشیخ علی بن الھیتی والشیخ بقا بن بطو والشیخ ابوسعید القیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنھم (زبدۃ الاسرار صـ ۹)	شیخ علی بن ھیتی ان چار مشائخ میں سے ہیں جنہیں مشائخ عراق "ببروءۃ" (شفا) کہتے تھے کیونکہ وہ مادر زاد اندھے اور برص کے بیمار کو شفا دیتے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ علی بن ھیتی، شیخ بقا بن بطو اور شیخ ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں۔

فصل فی التصرف، فی طریق التصرف فی باطن المرید ودفع المرض۔ (انتباہ صـ ۶۱)	یہ فصل مرید کے باطن میں تصرف کرنے اور مرض کے دفع کرنے کے بیان میں ہے۔

اسی انتباہ میں فرماتے ہیں۔

والمدد فی المرض انواع الاول ان یتوجہ بھمۃ الی رفع ذالک المرض ودفع (انتباہ صـ ۶۳)	مرض میں مدد کی کئی صورتیں ہیں پہلی یہ کہ ہمت کے ساتھ مرض کے رفع دفع کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

اسی انتباہ میں لکھتے ہیں۔

واذ وقع من المرید سوء ادب فلا ینبغی للشیخ ان یسعیٰ فی سلب حالہ لکنہ یتوجہ بھمۃ علی الطریق المعهود فی دفع الظلمۃ والکدورۃ (الانتباہ صـ ۶۳)	اگر مرید سے بے ادبی واقع ہو جائے تو شیخ کو یہ لائق نہیں کہ اس کے حال کو سلب کرنے کی کوشش کرے بلکہ اپنی ہمت کے ساتھ طریق معلوم کے مطابق اس ظلمت و کدورت کو دفع کرنے کے لئے متوجہ ہو۔

مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی نے مدرسہ شاہی مرادآباد میں ایک واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔

خواجہ احمد جام مستجاب الدعوات تھے۔ ایک عورت اپنے نابینا بچے کو لے کر حاضر ہوئی کہ اس کے منہ پر اپنا ہاتھ پھیر دیجئے اور اس کی آنکھیں اچھی کر دیجئے (واقعہ کے یہی الفاظ ہیں) اور بہت اصرار کیا آپ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر چل دئے کہ یہ کام تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا وہ اندھوں اور مبروصوں کو اچھا کرتے تھے۔ میں اس قابل نہیں۔ تھوڑی دور چلے تھے کہ الہام ہوا تو کون اور موسیٰ کون، پیچھے لوٹ اور اس کے منہ پر ہاتھ پھیر نہ تم اچھا کر سکتے ہو نہ عیسیٰ (قصّے کے بعینہ یہی لفظ ہیں ما می کنیم؟ آپ یہ سُن کر لوٹے اور جا کر اس کے منہ پر ہاتھ پھیر دیا اور آنکھیں اچھی ہو گئیں۔

(ارواح ثلاثہ در ضمن ذکر حالات قاسم نانوتوی)

قاری طیب صاحب مہتمم دیوبند صدر افغانستان سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے۔

مولانا نانوتوی کی ایک ٹوپی تھی جو میری والدہ کے پاس تھی اور ہمیں جب کوئی بیماری ہوتی تو والدہ ہمیں وہ ٹوپی اوڑھاتی تھی اور ہمیں شفا ہو جاتی۔ آج ڈاکٹر رفیقی ہے (جو ترک ہے) کو ہم چھ ہزار روپے ماہانہ دیتے ہیں مگر اس کے نسخوں سے وہ شفا نہیں ہوتی جو ان تبرکات سے ہوتی۔ (رسالہ الحق صـ ۱۲ جنوری ۱۹۶۹ء)

ویسے تو دیوبندی حضرات اپنے پیشرو نانوتوی صاحب کی اس کرامت کو سُن کر خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے آقا و مولا صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں دافع البلاء والوباء کے الفاظ کہہ دے تو یقین کیجئے نجدیوں کی طرح ان کے تیور بدل جائیں گے اور کہیں گے ان الفاظ سے تو شرک کی بُو آتی ہے۔

اس تفصیل کو پیشِ نظر رکھئے اور ملاحظہ فرمائیں کہ امام الطائفۃ النجدیۃ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے خیالات بھی ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں۔

اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو کہ (الی ان قال) کسی بیمار کو تندرست کر دیویں یا کسی سے تندرستی چھین لیویں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں۔ عاجز اور بے اختیار (تقویۃ الایمان ص ۲۸ - ۲۹)

حضرت امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ میں سے فاتح بھی ہے اور فاتح کا معنی ملاحظہ ہو۔

فیکون الفاتح ھنا بمعنی الحاکم و الفاتح لابواب الرحمۃ علی امتہ والفاتح لبصائرھم بمعرفۃ الحق والایمان باللہ والناصر للحق۔
(شفا شریف جلد اوّل ص ۱۵۲)

یہاں فاتح کا معنی حاکم ہے یا امت پر رحمت کے دروازے کھولنے والے اور ان کی بصیرتوں (دلوں) کو حق کی معرفت اور ایمان باللہ سے کھولنے والے یا حق کے مددگار۔

علامہ امام محمد مہدی بن احمد فاسی فرماتے ہیں۔

کاشف الکرب فالکرب بضم الکاف و فتح الراء جمع کربۃ ومعنی کاشفھا مذھبھا ومفرجھا ویشمل کرب الدنیا والآخرۃ وکشفھا بشفاعۃ و اللجاء الیہ والاستعانۃ بہ والتعلق باذیالہ والتوسل بجاھہ والاکثار من الصلوۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء میں سے کاشف الکُرب بھی ہے اس کا معنی مصائب کو دور کرنے والے ہے اس میں دنیا و آخرت کی مصیبتیں آجاتی ہیں۔ مصائب آپ کی شفاعت آپ کی پناہ آپ سے استعانت آپ کے دامنِ رحمت سے وابستگی آپ کے مرتبے سے توسّل اور

علیہ وسلم واما اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رافع الرتب بضم الراء وفتح المثناۃ جمع رتبۃ فالمراد انہ یرفع رتب من اتبعہ ومنزلتھم ودرجاتھم وقدرھم عند اللہ فی الدنیا والآخرۃ وفی العلم والعمل والاخلاق والمقامات والاحوال۔

آپ پر بکثرت درود پڑھنے سے دور ہوجاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ میں سے رافع الرُّتَب بھی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے متبعین کے مراتب اور درجات و منازل کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک دُنیا و آخرت میں بلند فرمانے والے ہیں۔ علم و عمل میں اخلاق، مقامات اور احوال میں۔

(مطالع المسرات ص ۱۴۱)

خط کشیدہ عبارات دلائل الخیرات شریف کی ہے جس کی اجازت اور سند شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے بھی لی تھی۔ (ملاحظہ ہو الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ) اور علمائے دیوبند بھی اس کی سندیں اور اجازتیں لیتے رہے ہیں جیسے المہند اور شہاب ثاقب وغیرہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ مبتدعین کو راہ راست عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو راہ راست پر استقامت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد عبدالحکیم شرف قادری بریلوی
دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ
ہری پور ہزارہ

فقیہ جلیل محدّث بے مثیل الورع الکامل البارع الاکمل اُستاذ العلماء حضرت العلّامہ مولانا الحاج مُفتی عزیز احمد صاحب قادری بدایونی

ثم اللاھوری دامت برکاتھم العالیہ

آپ کی ولادت ۱۹۰۱ء قصبہ آنولہ ضلع بانس بریلی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد مولانا مولوی علاؤالدین صاحب مقتدر فاضل اور بلسی ضلع بدایوں میں خطیب تھے ان کا وصال ۱۹۲۵ء میں ہوا۔

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۱۲ء میں اُستاذ العلما حضرت مولانا محمد حافظ بخش صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔ بعد ازاں درس نظامی کی جملہ کتب مدرسہ محمدیہ و مدرسہ شمس العلوم بدایوں شریف میں درج ذیل اساتذہ سے پڑھیں۔ اکثر و بیشتر کتب اصولِ فقہ نحو، تفسیر، منطق، فلسفہ شرح اشارات وغیرہ اور ہیئت شرح چغمینی وغیرہ فاضلِ یگانہ مولانا احمد دین صاحب بُنیّری قادری (سوات) سے پڑھیں۔

اساتذہ:۔ ۱۔ حضرت علّامہ مولانا احمد دین صاحب بُنیّری قادری ۲۔ حضرت علّامہ مولانا محب احمد صاحب قادری بدایونی ۳۔ حضرت علّامہ مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری بدایونی ۴۔ حضرت مولانا محمد حافظ بخش صاحب قادری آنولوی بریلوی ۔ ۵۔ حضرت مولانا محمد قدیر بخش صاحب بدایونی ۶۔ حضرت مولانا واحد حسین فلسفی بدایونی۔ تلمیذ رشید فاضل اجل مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ۔

یہ تمام حضرات جامع شریعت و طریقت حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری عثمانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور فیض یافتہ تھے مفتی صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ آپ کو تمام بخاری شریف یاد تھی۔ نصف مع اسانید اور نصف فقط متن۔ مفتی صاحب اپنے استاذ گرامی مولانا احمد دین صاحب بُنیّری کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہیں ہر فن کا ایک متن یاد تھا۔ بالخصوص شرح جامی اور عبدالغفور وغیرہ کتب نحو

میں آپ کی خاصی شہرت تھی۔ اکثر اوقات دیگر مدارس کے فارغ التحصیل طلباء آپ سے شرح جامی پڑھنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ ایک سو دس سال کی عمر میں آپ کا بدایوں شریف میں وصال ہوا۔

۱۹۲۰ء میں مفتی صاحب نے پنجاب یونیورسٹی میں مولوی فاضل کا امتحان دیا اور ۱۹۲۲ء میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم صاحب قادری بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے دورۂ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔

۱۹۱۹ء میں آپ کی شادی ہوئی جس میں سے آپ کے دس صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

تبلیغ و تدریس:۔ آپ تقریباً سولہ ۱۶ سال تک مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں تدریس افتاء اور تبلیغ کے منصب پر فائز رہے۔ تین سال تک مدرسہ حنفیہ قصبہ جُنیّر ضلع پونہ اور تین سال ہی ریاست گوالیار میں تدریس و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے پچیس ۲۵ سال سے عیدگاہ گڑھی شاہو لاہور جہاں ان دنوں جامعہ نعیمیہ قائم ہے فرائضِ خطابت و تدریس انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف:۔ آپ نے تدریسی اور تبلیغی مصروفیات کے باوجود تقریباً دس رسائل بھی تحریر فرمائے ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں (۱) صلوٰۃ المتقین فی قرآن مبین جس میں آیاتِ قرآنی سے پانچ نمازوں کے ثبوت کے علاوہ دیگر بہت سے مسائلِ نماز عام فہم انداز میں بیان کئے ہیں (۲) حقوق الزوجین (۳) حقوق الوالدین (۴) احکام جنازہ۔ (۵) چہل حدیث (۶) اکرام الٰہی بجواب انعام الٰہی مرزا بشیر الدین مرزائی کی ایک تقریر کا رد۔

مفتی صاحب نے قرآن مجید کا عام فہم ترجمہ بھی کیا ہے۔ خدا کرے کہ شائع ہو کر مخلوقِ خدا کے فائدے کا سامان بنے۔

بیعت:۔ غالباً آپ دورانِ تعلیم ہی سلسلۂ عالیہ قادریہ کے چشم و چراغ امام العلماء سید العرفاء شیخ المشائخ سیدنا و مولانا الحاج مطیع الرسول شاہ محمد عبدالمقتدر

قادری عثمانی قدس سرہ العزیز خلفِ اکبر امام اہلِ شریعت و طریقت قطب الواصلین شمس العارفین
تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ محمد عبدالقادر قدس سرہ العزیز کے دستِ حق پرست
پر بیعت ہو گئے تھے۔ آپ کو اپنے شیخ طریقت کے ساتھ بے حد عقیدت و محبّت ہے۔

حضرت مفتی صاحب حج بیت اللہ شریف اور مدینہ طیبہ کی حاضری سے بھی مشرف
ہو چکے ہیں۔

تلامذہ:۔ ویسے تو آپ سے ان گنت علماء نے استفادہ کیا ہے لیکن ان میں سے اکثر بیشتر
حضرات کے اسماء محفوظ نہ ہو سکے۔ آپ کے چند ایک فیض یافتہ حضرات کے یہ نام ہیں۔
(۱) مولانا صاحبزادہ عبدالہادی صاحب پروفیسر اسلامیات حیدر آباد دکن،
خلف الرشید حضرت عاشق رسول مولانا شاہ محمد عبدالقدیر صاحب رحمہ اللہ
تعالٰی سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ بدایوں شریف (۲) حکیم الامت مولانا مفتی
احمد یار خان صاحب بدایونی (گجرات) (۳) حضرت العلامہ مولانا مفتی امین الدین صاحب
رحمہ اللہ تعالٰی (کامونکے) (۴) مولانا احمد میاں صاحب جُنّیر ضلع پونہ مدرس مدرسہ
غوثیہ (۵) مولانا عبدالرشید صاحب آنولوی مدرس مدرسہ اسلامیہ بدایوں
(۶) مولانا محمد اکرم صاحب خطیب چوبچہ اسلام آباد لاہور (۷) مولانا احمد حسن
نوری فاضل جامعہ نعیمیہ و خطیب فاروقیہ جامع مسجد مغلپورہ ڈاکخانہ لاہور۔
(۸) حضرت العلامہ مولانا غلام رسول صاحب سعیدی صدر مدرس جامعہ نعیمیہ۔
گڑھی شاہو و خطیب یونس پورہ لاہور (۹)، برادر محترم مولانا عبدالغفار صاحب
لائلپور۔

گو کہ ایک زمانہ تھا جبکہ بریلی اور بدایوں کے حضرات علمائے کرام میں شکر رنجی
پیدا ہو گئی تھی لیکن یہ اس دور کی بات ہے کہ وہ سب کچھ ختم ہو کر سابقہ تعلقات
بحال ہو چکے تھے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سردار احمد
صاحب رحمہ اللہ تعالٰی (لائلپوری) کے ساتھ ہمارے تعلقات فارغ التحصیل ہونے
سے بھی پہلے کے ہیں۔ جب فتنۂ اہلِ قرآن اُٹھا جس کی ایک جماعت صرف دو نمازیں

اور دوسری جماعت تین نمازیں فرض مانتی تھی تو اُن کی تردید کے لئے آنولا میں ایک
عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت صدر الشریعت مولانا امجد علی صاحب
مصنف بہارِ شریعت اور حجۃ الاسلام، مولانا حامد رضا خان صاحب خلفِ اکبر
اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی شریک ہوئے۔ اس موقع پر مولانا سردار احمد صاحب
حضرت صدر الشریعہ کے ساتھ تشریف لائے۔ آپ کی نو عمری کا دور تھا لیکن طبیعت
میں نہایت جوش تھا اور مناظرانہ صلاحیتیں خوب نمایاں تھیں۔ اس وقت آپ سے
پہلی ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر اہلِ قرآن کی طرف سے کوئی نہ آیا اور اجلاس بخیر و خوبی
اختتام پذیر ہوا۔

کچھ عرصے کے بعد ضلع بدایوں کے ایک قصبے جگت میں ایک شخص مرزائیت کی
تعلیم پاکر آیا اور فتنۂ مرزائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لئے
ایک عظیم جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب تشریف لائے۔
اس وقت آپ نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کی بنیاد رکھ دی تھی۔ چنانچہ
آپ نے مرزائی سے گفتگو کی۔ مرزائی نے جس طرح کہ ان کی عادت ہے ایک کاپی سے
دیکھ دیکھ کر سوالات پیش کرنے شروع کر دئے۔ مولانا سردار احمد صاحب اسے نہایت
ہی مسکت جواب دیتے گئے۔ بالآخر اُس نے یہ کہہ کر راہِ فرار اختیار کی کہ میری ایک
اور نوٹ بُک جس میں سوالات لکھے ہوئے ہیں   مل گئی تو آپ سے مزید گفتگو
کروں گا۔ اس طرح یہ مجلس گفتگو ختم ہوئی اور اہلِ سنت و جماعت کے مناظر
مولانا سردار احمد صاحب کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم پاکستان بننے سے پہلے دار العلوم منظرِ اسلام
بریلی شریف اور پاکستان بننے کے بعد جامعہ رضویہ لائلپور دورۂ حدیث کے طلباء
کا امتحان لینے کے لئے جایا کرتے تھے اور دستارِ فضیلت کے جلسے میں شرکت کیا
کرتے تھے۔

مفتی صاحب سے راقم الحروف نے پوچھا کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان

بریلوی قدس سرہٗ سے آپ کی ملاقات ہوئی ہے؟۔ تو آپ نے فرمایا۔

ہاں! اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور مارہرہ شریف میں آپ کی تقریر بھی سُنی تھی۔ آپ بے شک اپنے دَور کے مجدّد تھے۔ آپ نے جس موضوع پر قلم اُٹھایا اسے انتہا تک پہنچایا۔ آپ کے رسائل مسلک اہلِ سنت وجماعت کے لئے کافی ووافی ہیں۔ لیکن چونکہ زبان عالمانہ ہے اس لئے آپ کی تحریر اکثر وبیشتر عوام کی سمجھ سے بالا ہے۔

حضرت مفتی صاحب حافظ، قاری اور بے مثل فقیہ ومحدّث ہیں۔ گفتگو میں انتہائی متواضع بات کرتے وقت ہمیشہ آنکھیں نیچی رکھتے ہیں۔ شریعت کے انتہائی پابند ہیں۔ بے شک آپ اس دَور کے علماء میں منفرد شخصیت ہیں اور قابلِ زیارت ہستی ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی شخص خلافِ شریعت بات کہے تو آپ فوراً اس کی اصلاح فرما دیتے ہیں۔ طلباء کو خصوصاً چند نصیحتیں فرماتے ہیں۔

۱۔ شریعتِ مقدّسہ کی از حد پابندی کرنی چاہیئے۔ اسی سے علمِ دین کی کما حقہٗ برکت حاصل ہو سکتی ہے۔

۲۔ اُستاذ کی انتہائی تعظیم کرنی چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم نے جو کچھ حاصل کرنا ہے انہی سے لینا ہے۔ ہمیں اساتذہ نے یہی سکھایا ہے۔

۳۔ مطالعے میں پہلے پورے غور سے عبارت کو درست کرنا چاہیئے۔ پھر مطالب پر گہری توجہ دینی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔

محمد عبد الحکیم شرف قادری